

MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 4:50:32 AM, 4/11/2015

نصراً لله امراً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ

ماضی نامہ

الحديث

حضرو

90

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ نومبر ۲۰۱۱ء

کیا انبیاء اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں؟

حنیف قریشی بریلوی اپنی کتاب کے آئینے میں

رب نواز دیوبندی کا تعاقب

عقیدہ وحدت الوجود اور آل دیوبند (رب نواز دیوبندی کا رد)

فیصل خان بریلوی رضا خانی کی دو بڑی خیانتیں

مکتبۃ الحدیث

حضور، اٹک: پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَدِير

حَافِظُ زُبَيْرِ عَلِيِّ زَيْنِي

معاونین

حافظ ندیم ظہیر

ابو خالد شاکر

ابو جابر عبداللہ داماد مانوی

اللَّهُ تَعَالَى أَحْسَنُ الْحَدِيثِ

الحديث

ماہنامہ

نصرت اللہ امرءاً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 8 ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ نومبر ۲۰۱۱ء شماره: 11

قیمت

فی شماره: 20 روپے

سالانہ: 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

300 روپے

خط کتابت

مکتبۃ الحديث

حضرت ضلع انک

ناشر

حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحديث

حضرت ضلع انک

برائے رابطہ

0302-5756937

اس

شمارے میں

فقہ الحدیث حافظ زبیر علی زئی 2

توضیح الاحکام حافظ زبیر علی زئی 8

حزیف قریشی بریلوی اپنی کتاب کے آئینے میں

..... حافظ زبیر علی زئی 18

رب نواز دیوبندی کا تعاقب حافظ زبیر علی زئی 29

عقیدہ وحدت الوجود اور آل دیوبند حافظ زبیر علی زئی 34

فیصل خان بریلوی رضا خانی کی دو بڑی خیانتیں

..... حافظ زبیر علی زئی 43

بعض آل تقلید کا مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت

سے محرفانہ استدلال حافظ زبیر علی زئی 49

أضواء المصابيح

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

الفصل الثاني

٢٩٢) عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ: ((استقيموا ولن تحصوا ، واعلموا أن خير أعمالكم الصلاة ، ولا يحافظ على الوضوء إلا مؤمن)) . رواه مالك ، و أحمد ، و ابن ماجه ، و الدارمي .

ثوبان (رضي الله عنه) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثابت قدم ہو جاؤ اور تم (اسے) شمار نہیں کر سکو گے، اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سے سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مؤمن ہی کرتا ہے۔ اسے مالک (الموطأ ۱/۳۴۲ ح ۶۵) احمد (۵/۲۸۰ ح ۲۲۷۷۸) ابن ماجہ (۲۷۷) اور دارمی (۱/۱۶۹ ح ۶۶۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن

اسے حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا (۱/۱۳۰ ح ۴۴۹) اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی۔!

سالم بن ابی الجعد نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، لیکن اس حدیث کے دو شاہد ہیں:

۱: بلفظ: ”سددوا وقاربوا واعملوا و خير أعمالكم الصلوة ولا يحافظ على الوضوء إلا مؤمن“ (مسند احمد ۵/۲۸۲ ح ۲۲۳۳۳ وسندہ حسن لذاتہ صحیح ابن حبان: ۱۰۳۷)

۲: بلفظ: ”استقيموا تفلحوا و خير أعمالكم الصلوة ولن يحافظ على الوضوء إلا مؤمن“ (مسند احمد ۵/۲۸۰ ح ۲۲۲۱۴، و رجالہ ثقات)

فقہ الحدیث:

۱: لا اله الا الله اور محمد رسول الله ﷺ کی گواہی دینے کے بعد سب سے بہتر عمل نماز

ہے اور اللہ و رسول پر ایمان کے بعد اسلام کا دوسرا بنیادی رکن نماز ہے۔
روزانہ دن و رات میں ہر مکلف مسلمان پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان کی پوری
پوری حفاظت ضروری ہے۔ حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اچھے طریقے سے سنت کے مطابق
وضو کیا جائے، تمام نمازیں اپنے اوقات پر سنت کے مطابق پڑھی جائیں اور مقصد ریا
(دکھاوا) نہ ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہو۔

۲: اہل ایمان کی یہ خاص نشانی ہے کہ وہ سنت کے مطابق اور بالکل صحیح طریقے سے وضو
کرتے ہیں، تاکہ اس وضو سے پڑھی گئی نمازیں اللہ کے ہاں مقبول ہوں۔
۳: کتاب و سنت اور جو کچھ کتاب و سنت سے ثابت ہے، اس کے مطابق زندگی
گزارنے اور اس پر ثابت قدم ہونے کا ثواب بے حد و بے شمار ہے۔ ان شاء اللہ
۲۹۳) و عن ابن عمر، قال قال رسول الله ﷺ:

((مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طَهْرٍ، كَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ.)) رواه الترمذي .
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی طہارت (وضو) پر وضو کرتا
ہے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔
اسے ترمذی (۵۹) [ابوداؤد (۶۲) اور ابن ماجہ (۵۱۲)] نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس سند میں وجہ ضعف یہ ہے کہ اس کا راوی عبد الرحمن بن زیاد بن النعمان الإفريقي
ضعیف تھا۔ دیکھئے حدیث: ۲۳۹

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت بیان کر کے فرمایا:

”إسناده ضعيف“ اس کی سند ضعیف ہے۔ (۵۹ ح)

امام بیہقی نے یہ روایت بیان کر کے فرمایا: ”عبد الرحمن بن زیاد الإفريقي
غير قوي“ عبد الرحمن بن زیاد الإفريقي قوی نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ ۱/۱۲۲)

بوصیری نے کہا: ”هذا إسناده فيه عبد الرحمن بن زياد (الإفريقي) وهو

ضعیف و مع ضعفہ کان یدلس “ اس سند میں عبدالرحمن بن زیاد (الافریقی) ضعیف ہے اور وہ ضعیف ہونے کے ساتھ تالیس بھی کرتا تھا۔ (زوائد ابن ماجہ: ۵۱۲)
عبدالرحمن بن زیاد بن النعمان الافریقی کے بارے میں حافظ عراقی نے فرمایا:
”ضعفه الجمهور“ (تخریج الإحياء: ۱۹۹/۲)

پیشی نے کہا: ”وقد ضعفه الجمهور.“ (مجمع الزوائد: ۵۶/۵)
نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۸/۶۵، ۱۰/۲۵۰)
فائدہ: وضو کرنا عبادت اور نیکی کا کام ہے اور وضو پر وضو کرنا بھی ثابت ہے۔
(دیکھئے ح ۴۲۵-۴۲۶)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَاتٍ﴾
جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا تو اسے دس گنا اجر دیا جائے گا۔ (الانعام: ۱۶۰)

الفصل الثالث

۲۹۴) عن جابر قال قال رسول الله ﷺ :
(مفتاح الجنة الصلاة و مفتاح الصلاة الطهور .) رواه أحمد .
جابر (بن عبد الله الانصاري رضي الله عنه) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی طہارت (وضو) ہے۔
اسے احمد (۳/۳۴۰ ح ۱۴۷۱) [اور ترمذی (۴)] نے روایت کیا ہے۔
تحقیق الحديث: اس کی سند ضعیف ہے۔
اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: اس کا راوی سلیمان بن قمرم (جسے سلیمان بن معاذ بھی کہا جاتا ہے) ضعیف تھا۔
صحیح مسلم میں اس کی ایک روایت (۲۶۴۰) بطور متابعت ہے، جبکہ جمہور محدثین نے اسے اس کے بڑے حافظے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفة (ص ۶۷)

۲: ابویکی القنات ضعیف راوی ہے۔ حافظ بیٹھی نے فرمایا: ”و ضعفه الجمهور“۔

اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۷/۱۰۷)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”لین الحديث“ وہ حدیث میں کمزور ہے۔

(تقریب التہذیب: ۲۰۶۹)

اس ضعیف روایت سے بے نیازی کے لئے دیکھئے آنے والی حدیث: ۳۱۲، ۳۱۳

۲۹۵) و عن شبيب بن أبي روح عن رجل من أصحاب رسول الله ﷺ أن

رسول الله ﷺ صلى صلاة الصبح، فقرأ الروم فالتبس عليه. فلما صلى قال:

((ما بال أقوام يصلون معنا، لا يحسنون الطهور؟ وإنما يلبس علينا

القرآن أولئك.)) رواه النسائي.

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

صبح کی نماز پڑھائی تو سورۃ الروم کی تلاوت فرمائی، پھر آپ کو قراءت میں اشتباہ ہو گیا

(متشابہ لگ گیا) پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ

نمازیں پڑھتے ہیں (اور) اچھے طریقے سے وضو نہیں کرتے؟ اس وجہ سے ہمیں قرآن کی

قراءت میں اشتباہ ہو گیا تھا۔

اسے نسائی (۲/۱۵۶ ج ۹۳۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے۔

مسند احمد (۳/۴۷۱ ج ۱۵۹۶۸) میں عبد الملک بن عمیر رحمہ اللہ (ثقة مدلس) کے سماع کی

تصریح موجود ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحدیث:

۱: مقتدیوں کے وضو کی غلطیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز پر یہ اثر ہو جاتا تھا کہ

آپ کو بعض اوقات قراءت میں متشابہ لگ جاتا، یعنی ایک آیت کے بجائے اس جیسی دوسری

آیت پڑھنے لگتے تھے۔

- ۲: بعض اعمال کا دوسرے لوگوں کے اعمال پر بھی اثر ہوتا ہے۔
- ۳: اچھے اور مسنون طریقے سے وضو کرنے کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔
- ۴: فوائد غزنویہ میں لکھا ہوا ہے کہ ”اس لیے اہل بدعت، مشرکین اور فاسقین فاجرین کی صحبت سے بچنا چاہئے اس سے اخلاق برباد ہو جاتے ہیں۔ انسان بد عملی کا عادی ہو جاتا ہے اور شرک سے رغبت ہو جاتی ہے۔“ (ج ۱ ص ۲۸۴)
- ۵: صبح کی نماز میں لمبی قراءت کرنی چاہئے۔
- ۶: اگر کسی شخص سے غلطی ہو جائے تو اس کا نام لئے بغیر اشارے سے اس شخص کا رد کر دینا بہتر ہے اور اس طریقے سے عین ممکن ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لے۔ واللہ هو الموفق
- ۷: نماز کی حالت میں دنیا کی باتیں جائز نہیں ہیں۔
- ۸: رسول اللہ ﷺ بشر رسول ہیں اور آپ عالم الغیب نہیں تھے۔
- ۹: ناپسندیدہ مجالس سے بچنا چاہئے، کیونکہ صالح افراد پر بھی ان کا کچھ نہ کچھ اثر ہو سکتا ہے۔

- ۱۰: قراءت فاتحہ کے بعد باقی نماز میں قراءت کی نادانستہ غلطی سے نماز ہو جاتی ہے۔
- (۲۹۶) وعن رجل من بني سليم قال: عدھن رسول اللہ ﷺ في يدي - أو في يده - قال: ((التسبيح نصف الميزان ، والحمد لله يملؤه ، والتكبير يملأ ما بين السماء والأرض ، والصوم نصف الصبر ، والطهور نصف الإيمان .)) رواه الترمذي ، وقال: هذا حديث حسن .
- بنو سليم (قبیلے) کے ایک آدمی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے یا میرے ہاتھ میں گن کر بتایا: تسبیح آدھا ترازو ہے، الحمد للہ (کہنا) اسے بھر دیتا ہے، آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اسے تکبیر بھر دیتی ہے، روزہ آدھا صبر ہے اور طہارت آدھا ایمان ہے۔ اسے ترمذی (۳۵۱۹) نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔

تحقیق الحديث: حسن ہے۔

اس حدیث کے راوی جری بن کلیب کو امام عجل، حافظ ابن حبان (الثقات ۴/۱۱۷) اور امام ترمذی وغیرہم نے ثقہ قرار دیا۔ امام ابو حاتم الرازی نے جرح کی اور امام ابن المدینی نے فرمایا: ”مجہول“ (دیکھئے تہذیب التہذیب ۲/۷۸) عرض ہے کہ جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے جری بن کلیب کی توثیق ہی رائج ہے، لہذا وہ صدوق حسن الحدیث تھے۔

تنبیہ: بعض محدثین کے نزدیک جری بن کلیب دو ہیں:

- ۱: نہدی کوئی جس سے ابو اسحاق، یونس بن ابی اسحاق اور عاصم بن بہدلہ تین راویوں نے روایت بیان کی، ترمذی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا۔
- ۲: سدوسی بصری جس سے صرف قتادہ راوی ہیں اور قتادہ نے ان کی تعریف بیان کی، ترمذی و عجل نے ثقہ و صدوق قرار دیا۔

یہ دونوں حسن الحدیث راوی ہیں، لہذا راویوں کا اختلاف یہاں مضرت نہیں اور امام بخاری وغیرہ کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ واللہ اعلم

فقہ الحدیث:

- ۱: اعمال صالحہ مثلاً تسبیح، تحمید اور تکبیر کا قیامت کے دن اعمال کی میزان (ترازو) میں بہت زیادہ وزن ہوگا۔
- ۲: قیامت کے دن اعمال تو لے جائیں گے اور نیک اعمال کا وزن ہوگا، رہے جہنمی اور بدقسمت لوگ تو ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں ہوگا بلکہ انھیں ہوا میں منثورا کر کے اڑا دیا جائے گا۔
- ۳: اذکار کثرت سے کرنے چاہئیں تاکہ ان لوگوں کی رفاقت نصیب ہو جن کے اعمال قیامت کے دن بہت بھاری ہوں گے۔
- ۴: چونکہ نماز ایمان میں سے ہے بلکہ ایمان کا دوسرا بنیادی رکن ہے اور نماز کا دار و مدار وضو پر ہے، لہذا وضو کو بھی آدھا ایمان کہا گیا ہے۔ نیز دیکھئے حدیث سابقہ: ۲۸۱



کیا انبیاء اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں؟

سوال سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ مدلل بیان کریں۔
کیا اس روایت کو بیہقی، بسکی، ابن حجر عسقلانی، پیشی اور سیوطی وغیرہم نے صحیح قرار دیا ہے؟ (ملخصاً، قاری محمد اسماعیل سلفی، جھنگ)

الجواب یہ روایت: ”الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون.“
مسند ابی یعلیٰ الموصلی (۶/۱۴۷ ح ۳۳۲۵) اور حیاة الانبياء للبيهقي (ح ۲ من طریق ابی یعلیٰ)
میں درج ذیل سند کے ساتھ موجود ہے:

”یحییٰ بن أبی بکیر: حدثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت
البناني عن أنس بن مالك.“

اس سند میں حجاج راوی غیر منسوب ہے، اس کی ولدیت یا نسب معلوم نہیں اور حافظ ذہبی نے فرمایا: ”نكرة. ما روى عنه فيما أعلم سوى مستلم بن سعيد فأتى بخبر منكر عنه...“ مجہول ہے، میرے علم کے مطابق مستلم بن سعید کے علاوہ کسی نے اس سے روایت بیان نہیں کی، پس وہ (مستلم) اس سے منکر خبر لایا ہے... (میزان الاعتدال ۱/ ۳۶۰ ت ۱۷۲، وقال الذہبی: ”حجاج بن الاسود“ وهو خطأ من الذہبی والصواب: ”حجاج“ من غیر ”بن الاسود“)
اگر کوئی آدمی حافظ ابن حجر کے حوالے سے کہے کہ حجاج سے مراد حجاج بن ابی زیاد الاسود البصری ہے تو عرض ہے کہ یہ تعین کئی وجہ سے غلط ہے:

۱: حافظ ذہبی جو کہ بقول ابن حجر ”من أهل الاستقراء التام في نقد الرجال“

تھے۔ (نزهة النظر شرح نخبہ الفکر مع شرح الملا علی قاری ص ۳۶۷)
وہ حجاج بن ابی زیاد الاسود القسملی کو اچھی طرح پہچانتے تھے، جیسا کہ انھوں نے خود فرمایا:
”بصري صدوق ... و كان من الصلحاء و ثقہ ابن معین . مات بضع و
أربعين و مائة“ (سیر اعلام النبلاء ۷/۷۶)

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک حجاج دو ہیں:
اول: ابن ابی زیاد الاسود زق العسل، صدوق۔
دوم: نامعلوم، مجہول۔

۲: مستلم بن سعید سے اس روایت کی کسی صحیح سند میں حجاج کے بعد ”بن الاسود“ کی
صراحت ثابت نہیں اور حسن بن قتیبہ المدائنی (متروک مجروح، ضعفہ الجہور) کی جس
روایت میں یہ صراحت آئی ہے، وہ مردود و باطل ہے۔

حسن بن قتیبہ متروک و ہالک کی روایت مسند البزار، الفوائد لتمام الرازی، الکامل
لابن عدی، حیاة الانبیاء للبیہقی اور تاریخ دمشق لابن عساکر میں موجود ہے۔

(دیکھئے الصحیح لابیانی ۲/۱۸۷ ج ۲۲۱)

اگر کوئی کہے کہ تہذیب الکمال میں مستلم بن سعید کے شیوخ میں حجاج بن ابی زیاد
الاسود کا ذکر کیا گیا ہے، تو عرض ہے کہ ذہبی کے اختلاف مذکور کے بعد یہ ذکر ناقابل حجت
ہے۔ جو لوگ حجاج (مجہول) کو ضرور بالضرور ابن الاسود ثابت کرنے پر بضد ہیں، انھیں
چاہئے کہ اس کا ثبوت صحیح سند سے پیش کریں۔

فائدہ: المستلم بن سعید عن حجاج عن ثابت والی روایت اخبار اصفہان لابی
نعیم الاصبہانی (۸۳/۲) میں موجود ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور الفاظ درج ذیل
ہیں: ”الأنبياء في قبورهم يصلون“

یعنی اس میں ”أحياء“ کا لفظ ہی نہیں ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ مذکورہ عجیب و غریب روایت بلحاظ سند صحیح نہیں ہے، لہذا

محمد عباس رضوی بریلوی کا اپنی کتاب ”واللہ آپ زندہ ہیں“ میں اوراق کے اوراق لکھنا چنداں مفید نہیں ہے۔

امام بیہقی کا اس روایت کو صحیح کہنا ان کی کتاب سے ثابت نہیں اور حافظ ابن حجر کی نقل منقطع و بے سند ہے۔ خود حافظ ابن حجر سے اس روایت کو صحیح قرار دینا ثابت نہیں اور سبکی کا ذہبی کے مقابلے میں کوئی مقام نہیں ہے۔

پیشی کا اس روایت کے راویوں کو ثقہ قرار دینا حجاج مجہول کی وجہ سے غلط ہے اور سیوطی متاخرین میں سے تھے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ روایت اصول حدیث و اسماء الرجال کی وجہ سے صحیح نہیں اور اس کے تمام شواہد بھی ضعیف و مردود ہیں۔

اس باب میں صرف صحیح مسلم کی وہ حدیث ثابت ہے جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (معراج کی رات) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہ خاص معجزہ ہے اور اس سے عام استدلال محل نظر ہے۔ واللہ اعلم
انبیائے کرام کی برزخی زندگی (حیۃ الانبیاء) کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۱۹-۲۶)

اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی ہو تو؟

سوال سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان آسمان کے ثریا ستارے پر جالٹے تو بھی آل فارس سے ایک شخص اسے پالے گا۔ (مسلم)
اس حدیث کے صحیح مصداق کون سے امام ہیں؟ ہم نے بعض حنفیوں کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس حدیث کے مصداق امام ابو حنیفہ ہیں اور کیا حافظ ابن حجر کی نے الخیرات الحسان میں کہا ہے کہ اس سے مراد ابو حنیفہ ہیں؟
(قاری محمد اسماعیل سلفی، جھنگ)

الجواب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

((لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس أو قال: من أبناء فارس - حتى يتناولوه .)) اگر دین ثریا (تارے) کے پاس ہوتا تو فارس یا اولادِ فارس میں سے ایک آدمی اسے پالیتا۔ (صحیح مسلم: ۲۵۴۶، ترقیم دارالسلام: ۶۴۹۷)
امام عبدالرزاق کی بیان کردہ یہی روایت مصنف عبدالرزاق میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ ہے:

”لذهب إليه رجل - أو قال: رجال من أبناء فارس حتى يتناولوه“

(ج ۱۱ ص ۶۵ ح ۱۹۹۲۳، دوسرے نسخہ ج ۱۰ ص ۱۱۲ ح ۲۰۰۹۲)

دہری کی بیان کردہ کتاب: مصنف عبدالرزاق کی یہی روایت اخبار اصفہان لابی نعیم الاصفہانی (۴/۱) میں بھی انھی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

امام عبدالرزاق کے مشہور شاگرد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کو درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کیا:

”لذهب رجال من فارس - أو أبناء فارس حتى يتناولوه“

(مسند احمد ۲/۳۰۹ ح ۸۰۸۱، موسوعہ حدیثیہ ۱۳/۴۴۴-۴۴۵)

یہی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری سند کے ساتھ صحیح بخاری (۴۸۹۸) اور صحیح مسلم (ج ۲ ص ۲۵۴۶، ترقیم دارالسلام: ۶۴۹۸) میں ”لناله رجال من هولاء“ کے الفاظ سے موجود ہے اور صحیح بخاری (۴۸۹۷) میں ”لناله رجال أو رجل من هولاء“ کے متن سے ثابت ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں دو اقسام کا ذکر ہے اور یہی دونوں اقسام مراد ہیں:

۱: رجل (فارس کا ایک آدمی)

۲: رجال (فارس کے بہت سے آدمی)

اول الذکر (رجل) سے مراد سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ کئی دلائل سے

ثابت ہے۔ مثلاً:

۱: حدیث کے سیاق میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر یہ الفاظ بیان فرمائے تھے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۴۸۹۷)

۲: حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے الاستیعاب ۳۸۲/۱ ت ۱۰۱۳)

ثانی الذکر (رجال) سے مراد فارس کے رہنے والے جلیل القدر اور صحیح العقیدہ محدثین ہیں۔ حافظ ابن حجر نے قرطبی سے نقل کیا: ان (فارسی) لوگوں میں حفاظ حدیث مشہور ہیں، جو دوسروں میں نہیں ہیں۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۸ ص ۶۴۳ تحت ج ۲۸۹۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”و مصداق ذلك: ما وجد في التابعين و من بعدهم من أبناء فارس الأحرار و الموالی مثل: الحسن و ابن سيرين و عكرمة مولى ابن عباس وغيرهم.....“ إلخ

اور اس کا مصداق وہ تابعین اور ان کے بعد کے لوگ ہیں جو فارس کے رہنے والے آزاد اور آزاد کردہ غلام تھے مثلاً حسن بصری، محمد بن سیرین، عکرمہ مولى ابن عباس وغیرہم۔ إلخ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۱۴۵)

وغیرہم سے مراد امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام یعقوب بن سفیان الفارسی اور دوسرے جلیل القدر محدثین ہیں۔ رحمہم اللہ اجمعین

دسویں صدی ہجری کے ایک مبتدع ابو العباس احمد بن محمد بن محمد... ابن حجر البیتمی المکی کا حدیث مذکور میں رجل سے امام ابو حنیفہ مراد لینا دو وجہ سے باطل ہے:

۱: امام ابو حنیفہ کا فارسی ہونا صحیح سند سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حنفیہ، سیوطی اور ابن حجر مکی وغیرہم جو کچھ ذکر کرتے ہیں وہ سب جھوٹ کا پلندہ اور باطل ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام (ج ۲ ص ۴۰۱-۴۰۲)

۲: امام ابو حنیفہ کا بل کے باشندے تھے، جیسا کہ امام ابو نعیم الفضل بن دکین الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۸ھ) نے فرمایا: ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی، آپ کی اصل کا بل

سے ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۴-۳۲۵ وسندہ صحیح)

کابل ایک علیحدہ ملک (اقلیم) ہے اور فارس ایک علیحدہ ملک ہے۔
دیکھئے معجم البلدان (۳/۴۲۶، ۲۲۶) اور توضیح الاحکام (۲/۴۰۲)
کابل کو فارسی بنانا بہت بڑی تاریخ سازی اور فراڈ ہے۔

غلام رسول سعیدی بریلوی نے اپنے عینی حنفی سے نقل کیا ہے کہ ”اس میں اختلاف ہے
کہ وہ آخرین منہم سے کون مراد ہیں، اور اس میں یہ اقوال ہیں:
(۱) تابعین (۲) عجم (۳) ابناء عجم (۴) صحابہ کے بعد کے لوگ (۵) قیامت تک کے
مسلمان (۶) علامہ قرطبی نے کہا احسن یہ ہے کہ اس کو ابناء فارس پر محمول کیا جائے۔
یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ فارس میں دینی علوم کا غلبہ ہوا اور وہاں بہت
علماء کا ظہور ہوا اور یہ حدیث نبی ﷺ کی پیش گوئی کے صدق پر دلیل ہے۔“

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۲۴۲-۱۲۴۳ تحت ح ۶۳۷-۶۳۸ بحوالہ عمدة القاری ج ۱۹ ص ۲۳۵)

آپ نے دیکھ لیا کہ عینی نے متعصب حنفی ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ کو اس حدیث
کا مصداق قرار نہیں دیا مگر غلام رسول سعیدی نے اپنی بریلویت بچانے کے لئے دسویں
صدی کے غیر مقلد سیوطی سے نقل کیا: ”اس میں امام ابوحنیفہ کی طرف اشارہ ہے“
اور اس کے بعد لکھا:

”حافظ سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہمارے استاذ نے جو یہ جزم کیا ہے وہ
بالکل صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس حدیث سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں، کیونکہ ابناء
فارس میں امام ابوحنیفہ کے مرتبہ علم و فضل تک کوئی نہیں پہنچا۔“ (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۲۴۳)
سعیدی بریلوی صاحب کا یہ بیان چار وجہ سے باطل ہے:

۱: سیوطی (غیر مقلد) کی وفات ۹۱۱ھ ہے اور ابن عابدین شامی صاحب ۱۱۹۸ھ میں
پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے معجم المؤلفین ۳/۱۴۵ تا ۱۲۲۷)

۲۸ سال بعد میں پیدا ہونے والے کیا سیوطی کی قبر میں پڑھنے کے لئے گئے تھے؟!

تنبیہ: سیوطی کے غیر مقلد ہونے کے لئے دیکھئے، سیوطی کی کتاب: ”الرد علی من أخلد إلى الأرض و جهل أن الاجتهاد في كل عصر فرض“

۲: امام ابوحنیفہ فارسی نہیں تھے۔

۳: امام ابوحنیفہ کا بلی تھے۔

۴: اس روایت سے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور احادیث، علوم حدیث، تفاسیر اور کتب اسماء الرجال لکھنے والے فارسی محدثین کرام مراد ہیں۔

اگر حنفیہ، بریلویہ اور دیوبندیہ تینوں فرقے ناراض نہ ہوں تو عرض ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جو ”صحیح ابی حنیفہ“ لکھی تھی، وہ کہاں ہے؟

امام ابوحنیفہ نے جو کتاب التفسیر لکھی تھی، وہ کہاں ہے؟

امام ابوحنیفہ نے اصول فقہ و اصول حدیث کی جو کتاب لکھی تھی، وہ کہاں ہے؟

امام ابوحنیفہ نے اسماء الرجال کی جو کتاب لکھی تھی، وہ کہاں ہے؟

آخر میں عرض ہے کہ اپنے دین میں غلو نہ کریں، عدل و انصاف سے کام لیں اور کیا صبح قریب نہیں ہے؟! (۱۳/ اگست ۲۰۱۱ء)

اوجھڑی حلال ہے

❖ سوال ❖ اوجھڑی بالعموم اور قربانی کے جانور کی اوجھڑی بالخصوص حلال ہے یا حرام؟

وضاحت مطلوب ہے۔ (ارشاد اللہ امان، شیخوپورہ شہر)

❖ الجواب ❖ حلال جانور مثلاً گائے، بھینس، اونٹ، بکری اور بھیڑ وغیرہ کو شرائط شرعیہ

کے ساتھ ذبح کیا جائے تو اُس کی اوجھڑی حلال ہے، چاہے قربانی ہو یا عام ذبیحہ ہو اور اسے حرام کہنا غلط ہے۔

قربانی کے جانوروں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ پھر جب وہ پشت

لگادیں (یعنی ذبح ہو جائیں) تو اُن میں سے کھاؤ، اور امیر و غریب کو کھلاؤ۔ (الحج: ۳۶)
اس آیت کے عموم سے ثابت ہے کہ ذبح شدہ جانور کا گوشت، اوجھڑی، بکلی اور دل
وغیرہ حلال ہیں اور یہاں بطور فائدہ عرض ہے کہ جس چیز کی حرمت قرآن، حدیث اور
اجماع یا آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہے تو وہ چیز اس آیت کے عموم سے خارج ہے۔ مثلاً:
۱: وہ چیز جسے عام اہل ایمان کی طبیعتیں خبیث اور گندی سمجھیں تو آیت:

﴿وَبُحِّرِمَ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتُ﴾ اور آپ (ﷺ) ان لوگوں پر خبیث چیزیں حرام قرار
دیتے ہیں۔ (الاعراف: ۱۵۷) کی رو سے مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں۔

اوجھڑی کا خبیث ہونا نہ تو آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہے اور نہ عام اہل ایمان اس
کو گندایا مکروہ و ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔

۲: وہ چیز جو چوری یا غصب کر کے حاصل کر لی جائے۔ مثلاً کسی شخص کی بکری چوری کر
کے ذبح کیا جائے تو مسلمانوں کے لئے اس کا گوشت حلال نہیں ہے، الا یہ کہ اصل مالک
اجازت دے دے۔

۳: وہ حلال جانور جس کی خوراک ہی گندگی نجاست ہو (یعنی جلالہ جانور) اُس کا گوشت
کھانا جائز نہیں ہے۔

۴: زندہ جانور کا کٹا ہوا گوشت حرام ہے۔ وغیرہ

اب موضوع کی مناسبت سے چند فوائد پیش خدمت ہیں:

۱: مفسر قرآن امام مجاہد تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَرِهَ مِنْ

الشاة سبعة: المثانة والمرارة والغدة والذکر والحیاء والأنثیین۔“

بے شک نبی ﷺ بکری کی سات چیزوں کو مکروہ سمجھتے تھے: مثانہ، پٹا، غدہ (گوشت کی گرہ
جو کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ابھر آتی ہے) آلہ تناسل، کھراور سم والے جانوروں کی فرج

(شرمگاہ) اور دونوں ٹھیسے۔ (کتاب المراسل لابن داود: ۴۶۰، مصنف عبد الرزاق ۵۳۵/۴ ج ۱ ص ۷۷،

دوسرے نسخہ: ۸۸۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۱۰)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: واصل بن ابی جمیل جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ مثلاً امام دارقطنی نے فرمایا: ”وواصل هذا ضعيف“ اور یہ واصل ضعیف ہے۔ (سنن دارقطنی ۳/۷۷۷ ج ۳، ۳۰۵۹)
دوم: روایت مرسل (یعنی منقطع) ہے اور مرسل جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔ روایت مذکورہ کو عمر بن موسیٰ بن وجیہ نے واصل بن ابی جمیل عن مجاہد عن ابن عباس کی سند سے مرفوعاً بیان کیا ہے لیکن عمر بن موسیٰ بن وجیہ کذاب منکر الحدیث راوی تھا۔
(دیکھئے لسان المیزان ۳۳۲/۲-۳۳۳، دوسرا نسخہ ۲۴۱/۵)

لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

الحکم الاوسط للطبرانی میں اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے۔

(۱۰/۷۷۷ ج ۶، مجمع الزوائد ۳۶/۵)

اس کی سند میں یحییٰ الحماني چور تھا۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۵۹۱)

اس کے استاد عبد الرحمن بن ابی سلمہ سے مراد عبد الرحمن بن زید بن اسلم ہے اور اس کی روایات اس کے باپ سے موضوع ہوتی ہیں اور یہ روایت بھی اس کے باپ سے ہے، لہذا موضوع ہے۔

علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (متوفی ۵۸۷ھ) نے بغیر کسی سند کے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا کہ خون حرام ہے اور میں چھ چیزوں کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ (بدائع الصنائع ۶۱/۵)
یہ روایت قابل اعتماد صحیح و حسن سند نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے اور چھ چیزوں سے مراد ضعیف حدیث میں بیان شدہ خون کے علاوہ چھ چیزیں ہیں، جس کی تحقیق تھوڑا پہلے گزر چکی ہے۔

خلاصہ التحقیق: شرائط شرعیہ کے ساتھ ذبح شدہ حلال جانور کی اوجھڑی حلال ہے، بشرطیکہ اسے خوب دھو دھو کر، خوب صفائی کر کے پکایا جائے اور کسی قسم کی نجاست کا کوئی اثر باقی نہ رہا ہو۔ (۲۹/دسمبر ۲۰۱۰ء)

قربانی کا گوشت اور غیر مسلم؟

﴿سوال﴾ قربانی کا گوشت غیر مسلم لوگوں کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(ارشاد اللہ امان)

﴿الجواب﴾ قربانی کے گوشت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ پس اس سے کھاؤ اور فاقہ کش فقیر کو کھلاؤ۔

(الحج: ۲۸)

اور فرمایا: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾

پس اس میں سے کھاؤ اور امیر و غریب کو کھلاؤ۔ (الحج: ۳۶)

ان آیات سے ثابت ہوا کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنا، خود کھانا، امیروں مثلاً رشتہ داروں اور دوستوں کو کھلانا اور غریبوں کو کھلانا بالکل صحیح ہے اور چونکہ قربانی تقرب الہی و عبادت ہے، لہذا بہتر یہی ہے کہ قربانی کا گوشت صرف مسلمانوں کو کھلایا جائے۔

اگر تالیفِ قلب کا معاملہ ہو تو پھر سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۶۰ کی رو سے اُن کافروں کو یہ گوشت کھلانا جائز ہے جو اسلام کے معاند دشمن نہیں بلکہ نرمی والا سلوک رکھتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح کی گئی، پھر وہ جب آئے تو کہا: کیا تم نے (اس میں سے) ہمارے یہودی پڑوسی کو بھی بھیجا ہے؟ آپ نے یہ بات دودفعہ فرمائی اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت أنه سیورثه .))

جبریل مجھے مسلسل پڑوسی کے بارے میں کہتے رہے، حتیٰ کہ میں نے سمجھا کہ وہ اسے وارث بنا دیں گے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۴۳، مسند جمہوری: ۵۹۳، وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ تالیفِ قلب اور پڑوسی وغیرہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم کو بھی قربانی کا گوشت دیا جاسکتا ہے۔

(۲۹/ دسمبر ۲۰۱۰ء)

حافظ زبیر علی زئی

رہبریلویت

حنیف قریشی بریلوی اپنی کتاب کے آئینے میں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسول الله الأمين ، أما بعد :
اس تحقیقی مضمون میں (انگریزی دور میں پیدا ہو جانے والے) نومولود فرقے :
بریلویہ رضا خانیہ کے ایک مناظر محمد حنیف قریشی کی ایک کتاب سے قریشی مذکور اور اس کے
(چیلے) معاون مناظر : امتیاز حسین کاظمی کے جھوٹ ، دھوکے ، جہالتیں اور خیانتیں باحوالہ و
ردپیش خدمت ہیں :

(۱) ایک روایت میں آیا ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :)
” إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا نَظَرَ إِلَى امْرَأَتِهِ وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ ، نَظَرَ اللَّهُ إِلَيْهِمَا نَظْرَةَ رَحْمَةٍ .
فَإِذَا أَخَذَ بَكْفِهَا تَسَاقَطَتِ ذُنُوبُهُمَا مِنْ خِلَالِ أَصَابِعِهَا . “
جب مرد اپنی بیوی کی طرف دیکھتا ہے اور وہ اسے دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی طرف
رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے ، پھر جب وہ اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑتا ہے تو ان کی انگلیوں سے ان
کے گناہ گر جاتے ہیں ۔

(الجامع الصغير للسيوطي ، بحوالہ میسرہ بن علی فی مشيخته والرافعي فی تاريخه ، فيض القدير للمناوي ۲/ ۴۲۲ ح ۱۹۷۷)
اس روایت کی سند درج ذیل ہے :

ميسرة بن علي قال : ” ثنا إسماعيل بن توبة : ثنا الحسين بن معاذ الخراساني
عن إسماعيل بن يحيى التيمي عن مسعر بن كدام عن عطية العوفي عن أبي
سعيد الخدري رضي الله عنه . “ (تاريخ تدوين للرافعي ج ۲ ص ۴۷ ، بحوالہ المكتبة الشاملة)
یہ وہی روایت ہے ، جسے محمد حنیف قریشی بریلوی رضا خانی نے پنڈی ، اسلام آباد
والے مناظرے میں ” لوسنوا “ کہہ کر علانیہ پیش کیا تھا ۔

(دیکھئے روئید اذ مناظرہ راولپنڈی : گستاخ کون ؟ ص ۵۵۴)

حنیف قریشی کی پیش کردہ اس روایت کے ایک راوی اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ التیمی کے بارے میں محدثین کرام اور بعض علماء کی دس گواہیاں درج ذیل ہیں:

۱: امام ابن عدی نے فرمایا: ”یحدث عن الثقات بالبواطیل.“ وہ ثقہ راویوں سے باطل روایتیں بیان کرتا تھا۔ (اکمل فی ضعف الرجال ج ۱ ص ۲۹۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۹۱)
حافظ ذہبی نے لکھا ہے: ”و قسم کالبخاری و أحمد بن حنبل و أبي زرعة و ابن عدي: معتدلون منصفون.“ اور ایک قسم جیسے بخاری، احمد بن حنبل، ابو زرعة (الرازی) اور ابن عدی: معتدل (اعتدال کرنے والے) منصف (انصاف کرنے والے) تھے۔ (ذکر من یعتد قولہ فی الجرح والتعديل ص ۲، عبدالفتاح ابو غندہ والانس خ ص ۱۵۹)

۲: امام دارقطنی نے فرمایا: ”متروک کذاب.“
وہ متروک، کذاب (جھوٹا) ہے۔ (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ۸۱)
محمد بن عبدالرحمن السخاوی (صوفی) نے کہا: ”و قسم معتدل كأحمد و الدارقطني و ابن عدي.“ اور (اماموں کی) ایک قسم معتدل ہے، جیسے احمد، دارقطنی اور ابن عدی۔
(المستکون فی الرجال مع تحقیق ابی غندہ ص ۱۳۷)

۳: حافظ ابن حبان نے کہا: ”کان ممن یروی الموضوعات عن الثقات و مالا أصل [له] عن الأثبات.“ لا یحل الروایة عنه ولا الاحتجاج به بحال.“
وہ ثقہ و ثبت راویوں سے موضوع اور بے اصل روایتیں بیان کرتا تھا، اس سے روایت کرنا حلال نہیں اور نہ کسی حال میں اس سے حجت پکڑنا جائز ہے۔ (کتاب الجرح و جین ج ۱ ص ۱۲۶)
۴: حاکم نیشاپوری نے فرمایا:

”روی عن مالک بن أنس و مسعر بن کدام و ابن أبي ذئب و غیرهم أحادیث موضوعة.“ اس نے مالک بن انس، مسعر بن کدام اور (محمد بن عبدالرحمن) ابن ابی ذئب وغیرہم سے موضوع (من گھڑت، جھوٹی) روایات بیان کیں۔
(المدخل إلى الصحيح ص ۱۱۷ ات ۸)

یادر ہے کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ مذکورہ روایت بھی مسعر بن کدام سے ہے۔
۵: ابو نعیم اصہبانی نے فرمایا: ”حدّث عن مسعر و مالک بالموضوعات ،
یشمئز القلب و ینفر من حدیثه ، متروک .“ اس نے مسعر اور مالک سے موضوع
(جھوٹی، من گھڑت) روایات بیان کیں، اس سے دل تنگ ہوتا ہے اور اس کی روایتوں
سے نفرت پیدا ہوتی ہے، وہ متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء لابن نعیم ص ۶۰ تا ۱۲)

یادر ہے کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ مذکورہ روایت بھی مسعر بن کدام سے ہے۔
۶: حافظ نور الدین ایشمی نے فرمایا: ”کان یضع الحدیث“ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔
(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۶)

اور فرمایا: ”وہو کذاب“ اور وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۰)
۷: جلال الدین سیوطی نے انتہائی تساہل اور حاطب اللیل ہونے کے باوجود ایک روایت
کے بارے میں کہا: ”تفرد به إسماعیل و هو کذاب .“
اس روایت کے ساتھ اسماعیل (بن یحییٰ) منفرد ہے اور وہ کذاب ہے۔

(الکافی المصنوع فی الاحادیث الموضوعۃ ج ۱ ص ۲۰۷)
علاء الدین علی المصطفیٰ بن حسام الدین الہندی البرہان فوری (متوفی ۹۷۵ھ) نے
ایک روایت لکھنے کے بعد کہا: ”و فیہ إسماعیل بن یحییٰ التیمی کذاب یضع .“
اور اس میں اسماعیل بن یحییٰ التیمی ہے، وہ کذاب ہے (حدیثیں) گھڑتا تھا۔
(کنز العمال ج ۳ ص ۲۳۲ ح ۶۳۰۵)

تنبیہ: عین ممکن ہے کہ یہ سیوطی کا قول ہو۔

۸: حافظ ابن عبد البر نے ایک روایت کے بارے میں فرمایا:
”فی هذا الباب حدیث موضوع و ضعه إسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ
التیمی ...“ اس باب میں ایک موضوع روایت ہے، اسے اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ
التیمی نے گھڑا ہے۔ (التمہید لمافی الموطأ من المعانی والاسانید ج ۱ ص ۲۶۸)

۹: ابن الجوزی نے فرمایا: ”و إسماعيل كان كذاباً.“ اور اسماعیل (بن یحییٰ بن عبید اللہ التیمی) کذاب تھا۔ (کتاب الموضوعات ج ۳ ص ۲۱۹)

۱۰: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”وهو إسماعيل بن يحيى أحد الكذابين“ اور وہ اسماعیل بن یحییٰ ہے، کذابین میں سے ایک۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۲۰۱ ت ۶۹۶۷ ترجمہ: فراس بن عمرو)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً:

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”عن أبي سنان الشيباني و ابن جريج و مسعر بالأباطيل“ اس نے ابوسنان الشیبانی، ابن جریج اور مسعر (بن کد ام) سے باطل روایات بیان کیں۔ اور فرمایا: ”مجمع على تركه“ اس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۵۳ ت ۹۶۵)

محدث اسماعیلی نے فرمایا: ”و أحاديث إسماعيل بن يحيى موضوعة.“ اور اسماعیل بن یحییٰ کی (بیان کردہ) روایتیں موضوع و من گھڑت ہیں۔

(کتاب: جمع حدیث مسعر، بحوالہ فتح الباری لابن رجب، ۲۹۳/۱، مکتبہ شاملہ)

محمد بن یوسف الصالحی نے کہا: ”فهذا هو الوضاع المجمع على تركه.“ پس یہ (اسماعیل بن یحییٰ التیمی) وہ وضاع (روایات گھڑنے والا) ہے جس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔ (سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۴۰۵، مکتبہ شاملہ)

ثابت ہوا کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ روایت موضوع، جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ الجامع الصغیر کے مطبوعہ نسخوں میں اس روایت کے ساتھ ”صح“ کی علامت نسخ، کاتب یا سیوطی کی غلطی ہے اور غلطی سے استدلال کرنا غلط کارلوگوں کا ہی طریقہ ہے۔

روایت مذکورہ موضوعہ پر مزید جرح کے لئے دیکھئے البانی کی سلسلہ ضعیفہ (ج ۷ ص ۲۷۵-۲۷۶ ح ۳۲۷۷) اور کتب اسماء الرجال۔

۲) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

”مشہور محدث حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”لسان المیزان“ میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت طویل کلام کرتے ہوئے آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کو کبار مشائخ اور عارف قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان 2/451)“

(روئیداد مناظرہ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص ۳۶۵)

عرض ہے کہ مذکورہ بیان بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے نہ تو ابن عربی کو خراج تحسین پیش کیا ہے، نہ اسے کبار مشائخ میں سے قرار دیا ہے اور نہ اسے عارف کہا ہے۔ انھوں نے ابن عربی کی تعریف میں بعض علماء کے اقوال ضرور نقل کئے ہیں لیکن یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ”کأنهم ما عرفوها أو ما اشتهر كتابه الفصوص“

گویا کہ انھوں نے انھیں (عقائد ابن عربی) کو نہیں پہچانا یا اس کی کتاب الفصوص (ان کے سامنے) مشہور نہیں ہوئی تھی۔ (لسان المیزان ج ۵ ص ۳۱۲-۳۱۳، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۴۰۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ امام سراج الدین البلقینی سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ کافر ہے۔

(لسان المیزان ج ۴ ص ۳۱۸، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۲۱۳)

القول البدیع والے سخاوی صوفی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی علانیہ ابن عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے... ایک دفعہ آپ کا ابن عربی کے ایک معتقد سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ج ۳ ص ۱۰۴-۱۰۴۸)

اس مباہلے کی تفصیل اور ذکر کے لئے دیکھئے الجواہر والدرر (ج ۳ ص ۱۰۰۱-۱۰۰۲)

اور فتح الباری (ج ۸ ص ۹۵ ج ۲۳۸۰-۲۳۸۲ باب قصۃ اہل نجران، کتاب المغازی)

آنکھیں کھول کر دیکھیں، حافظ ابن حجر تو رد فرماتے تھے اور مباہلہ کرتے تھے اور حنیف قریشی صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ”خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کو کبار مشائخ اور عارف قرار دیا ہے۔“!

یاد رہے کہ مذکورہ مباہلہ ۹۷ھ میں ہوا تھا۔

۳) حنیف قریشی نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:
”علامہ ابن تیمیہ کے مختلف تفردات کا ذکر، دفع الشبہ لابن الجوزی...“

(روئیدامناظرہ ص ۲۹۵)

عرض ہے کہ حافظ ابن الجوزی ۵۹۷ھ میں فوت ہوئے تھے اور حافظ ابن تیمیہ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے تھے تو کیا ابن الجوزی نے اپنی وفات کے بعد پیدا ہونے والے ابن تیمیہ کے تفردات پہلے سے لکھ دیئے تھے یا کوثری جہمی کذاب و متروک کے حواشی کو ”دفع الشبہ لابن الجوزی“ بنا دیا گیا ہے؟ جواب دیں۔ !

۴) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

”مشہور محدث ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے نظریہ ”روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر معصیت و گناہ ہے“ کو قریب بہ کفر قرار دیا ہے۔ اور اس کے علاوہ حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھا کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم، اللہ عز و جل کے لئے جہت اور جسم ثابت کرنے والے ہیں۔ (مرقات جلد 13/87)“ (روئیدامناظرہ ص ۵۰۵)

عرض ہے کہ ملا علی قاری حنفی کی مذکورہ عبارت میں ابن حجر سے مراد حافظ ابن حجر عسقلانی نہیں بلکہ احمد بن حجر البیہقی الہکی (ایک بدعتی گمراہ) ہے اور اس کی عبارت نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری نے فرمایا: ”أقول : صانھما اللہ عن ہذہ السمۃ الشنیعۃ والنسبۃ الفظیعۃ“ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں (ابن تیمیہ اور ابن قیم) کو اس بُرے داغ اور انتہائی مکروہ بُری نسبت سے بچایا ہے، محفوظ رکھا ہے۔

ملا علی قاری نے مزید فرمایا: ”بل و من أولیاء ہذہ الأئمۃ“ بلکہ وہ دونوں اس اُمت کے اولیاء میں سے ہیں۔ (مرقات المفاتیح ج ۸ ص ۱۲۸ ح ۲۳۴۰ طبع مکتبہ حقاہیہ پشاور، پاکستان)

نیز دیکھئے جمع الوسائل فی شرح الشمائل للقاری (ج ۱ ص ۲۰۷)

ملا علی قاری نے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا زبردست دفاع کیا ہے اور حنیف قریشی نے یہ راگ الاپا ہے کہ ”قریب بہ کفر قرار دیا ہے۔“

چہلا اور است دزدے کہ بہ کف چراغ دارد

۵) حنیف قریشی نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ایک غالی دشمن تقی الدین آلہسنی کی مردود کتاب: دفع الشبه (ص ۱۲۳) کے حوالے سے لکھا ہے:

”حضرت شیخ زین الدین بن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (795ھ) آپ کبار حنابلہ میں سے اور مشہور محدث تھے اور آپ ابن تیمیہ کو اس کے غلط نظریات کے باعث کافر سمجھتے تھے۔“
(روئید اذ مناظرہ ص ۵۰۴)

یہ حوالہ تین وجہ سے جھوٹا اور مردود ہے:

۱: تقی الدین آلہسنی ایک بدعتی شخص تھا جو شیخ الاسلام کا سخت مخالف تھا اور مخالف کی بے حوالہ و سنی سنائی جرح مردود ہوتی ہے۔

۲: تقی الدین نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا کہ اسے کہاں سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی یا اضغاث احلام والا خواب دیکھا تھا؟

۳: اس دروغ بے فروغ کے سراسر خلاف ”کبار حنابلہ میں سے اور مشہور محدث“ ابن رجب حنبلی نے اپنی مشہور و متواتر کتاب میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں اُن کی وفات کے بعد صاف طور پر لکھا ہے:

”الإمام الفقيه ، المجتهد المحدث ، الحافظ المفسر ، الأصولي الزاهد ،
تقى الدين أبو العباس ، شيخ الإسلام و علم الأعلام ، و شهرته تغني عن
الاطناب في ذكره ، و الاسهاب في أمره “ امام فقيه، مجتہد محدث، حافظ مفسر، اصول
کے ماہر، زاہد، تقی الدین ابوالعباس، شیخ الاسلام، نمایاں اشخاص کے نمایاں، آپ کی شہرت
اس سے بے نیاز کرتی ہے کہ آپ کے ذکر میں مبالغہ و طوالت سے کام لیا جائے اور آپ کے
بارے میں تفصیل لکھی جائے۔ (کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۳۸۷)

۶) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کی تھلیل کی حکایت اور ان کے عقائد و

نظریات کے حق و ناحق ہونے کا قول کیا۔ (ابن تیمیہ لابی زہرہ مصری)“

(روئید اذمنظرہ ص ۵۰۹)

عرض ہے کہ جھوٹ نہ بولیں، ابو زہرہ تو چودھویں صدی کا ایک بدعتی اور کوثری المذہب گمراہ ہے، جبکہ سیوطی صاحب (غیر مقلد) اس کی پیدائش سے صدیوں پہلے ۹۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

سیوطی نے اپنی صوفیت کے باوجود صاف لکھا ہے:

”ابن تیمیہ الشیخ الإمام العلامة الحافظ الناقد الفقیہ المجتہد البارع، شیخ الاسلام، علم الزہاد، نادرة العصر ...“

ابن تیمیہ شیخ امام علامہ حافظ ناقد فقیہ، مجتہد ماہر باکمال، شیخ الاسلام، زاہدوں کے نمایاں نشان، اپنے زمانے کی منفرد شخصیت...“ (طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۵۲۰ تا ۱۱۴۲)

۷) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

”علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے عقیدہ کہ ”زیارت رسول کے لئے سفر کرنا حرام اور ممنوع ہے“ کے بارے میں لکھا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ نبی پاک ﷺ کی بے ادبی اور توہین کا مرتکب ٹھہرے گا۔ اور لکھا کہ ابن تیمیہ نے یہ ایسی گندی بات لکھی ہے کہ جس کی گندگی سات سمندروں کے پانی سے بھی نہیں دھوئی جاسکتی۔“

(روئید اذمنظرہ ص ۵۱۰ بحوالہ منتہی المقال ص ۵۲)

یہ تھا حنیف قریشی کا بیان اور اب ابن عابدین شامی (بدعتی فقیہ) کا اپنا بیان پیش خدمت ہے۔ ابن عابدین نے لکھا ہے:

”و رأیت فی کتاب الصارم المسلمول لشیخ الإسلام ابن تیمیہ الحنبلی مانصہ ...“ اور میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب الصارم المسلمول میں دیکھا، اس کے الفاظ یہ ہیں ... (رد المحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۳۰۵ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ابن عابدین شامی نے تو ”شیخ الاسلام“ کا لقب لکھا ہے اور حنیف قریشی صاحب کفر

کفر کی رٹ لگا رہے ہیں۔!

حنیف قریشی نے ابن عابدین مذکور کے بارے میں تعریف کے ڈونگرے برساتے ہوئے لکھا ہے: ”خاتمة المحققين السيد ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب رد المحتار

آپ بہت بڑے فقیہ ہیں...“ (روئید مناظرہ ص ۴۷۱)

اس ”خاتمة المحققين“ اور ”بہت بڑے فقیہ“ کے ”شیخ الاسلام“ کے بارے میں کیا

خیال ہے!؟

فائدہ: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے خود فرمایا: ”إنما أتناول ما أتناوله منها على معرفتي بمذهب أحمد، لا على تقليدي له“ میں تو اسے اس لئے استعمال کرتا ہوں کہ مجھے احمد (بن حنبل) کے مذہب کی پہچان ہے، میں ان (احمد بن حنبل) کی تقلید نہیں کرتا۔ (اعلام الموقعين لابن القيم ج ۲ ص ۲۳۱-۲۳۲)

لہذا حافظ ابن تیمیہ کو حنبلی مقلد قرار دینا غلط ہے، بلکہ وہ مجتہد تھے۔

۸) حنیف قریشی نے ۹۵۳ھ میں مرنے والے کسی محمد بن علی بن احمد بن طولون کی طرف سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر بعض سنگین الزامات لکھے ہیں۔ مثلاً:

”اللہ تعالیٰ محل حوادث ہے۔

قرآن محدث ہے۔

اہل النار کا عذاب منقطع ہو جائے گا ہمیشہ نہ رہے گا۔“ وغیر ذلک (دیکھئے روئید مناظرہ ص ۴۹۳)

عرض ہے کہ لوگوں کو دھوکا نہ دیں اور صاف بتا دیں کہ ابن طولون ۸۸۰ ہجری میں پیدا

ہوا تھا۔ (دیکھئے مجمل المؤمنین ج ۳ ص ۵۴۰)

اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۷۲۸ھ میں فرقہ جہمیہ معطلہ کی سازشوں کی وجہ سے جیل

میں فوت ہو گئے تھے۔

۱۵۲ سال بعد میں پیدا ہو جانے والے ابن طولون کو ان الزامات کے بارے میں کیا

خواب آگیا تھا یا وحی شیطانی سے فائدہ اٹھایا تھا؟ ایسی منقطع و بے سند نقل کے بل بوتے پر شیخ

الاسلام پر حملہ کر رہے ہیں جو کہ بقول ملا علی قاری: اس امت کے ولی تھے۔ سبحان اللہ!
(۹) حنیف قریشی نے ۹۰۹ھ میں پیدا ہونے اور ۹۷۳ھ میں مرنے والے بدعتی ابن حجر کی
کے ذریعے سے بھی حافظ ابن تیمیہ پر حملہ کیا ہے۔ (دیکھئے روئیدامناظرہ ص ۴۹۴)
ابن حجر پیشی مکی کے خواب و خیال اور بے سند سنی سنائی باتوں کی علمی میدان میں
حیثیت ہی کیا ہے!؟

(۱۰) حنیف قریشی نے مشہور اہل حدیث عالم اور محدث کبیر حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
کی کتاب الدرر الکامنہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر تنقید نقل کر کے یہ ظاہر کرنے کی
کوشش کی ہے کہ یہ حافظ ابن حجر کا کلام ہے۔ حنیف قریشی نے لکھا ہے:
”علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و ذکرُوا انه ذکر حدیث النزول فنزل عن المنبر درجتین فقال کنز ولی
هذا فنسب إلى التجسیم و ردوه علی من توسل بالنبی ﷺ او استغاث
فاشخص من دمشق“ (الدرر الکامنہ ۱/۱۵۴)

اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابن تیمیہ نے حدیث نزول کا ذکر کیا اور وہ منبر سے دو سیڑھیاں
اترے اور کہا کہ (اللہ تعالیٰ کا نزول) میرے اس اترنے کی طرح ہے اس بناء پر انہیں مجسمہ
قرار دیا گیا۔ پھر حضور ﷺ کے توسل اور استعانت کا بھی رد ابن تیمیہ نے کیا ان عقائد کی
بناء پر انہیں دمشق سے نکال دیا گیا۔“ (روئیدامناظرہ ص ۵۰۱)

عرض ہے کہ حافظ ابن حجر ۷۳۷ھ میں یعنی ابن تیمیہ کی وفات کے ۴۵ سال بعد پیدا
ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ حوالہ (سلیمان بن عبد القوی) الطوفی سے نقل کیا ہے۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۳)

سلیمان الطوفی شیعہ (رافضی) تھا۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۱۵۶، ذیل طبقات الحنا بلہ لابن رجب ج ۲ ص ۳۶۸)

طوفی نے امیر المؤمنین عمرؓ کے بارے میں کہا کہ اس نے جان بوجھ کر امت کو گمراہ

کیا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن رجب حنبلی نے کہا: ”و لقد كذب في ذلك و فجو“ اس نے اس بارے میں جھوٹ بولا ہے اور گناہ کیا ہے۔ (ذیل طبقات الحنابلہ ۲/۳۶۸)
حافظ ابن حجر نے الدرر الکامنه کے آخر میں اپنے استاذ حافظ صلاح الدین العلائی سے نقل کیا کہ حافظ بہاؤ الدین عبداللہ بن محمد بن خلیل نے ابن تیمیہ کے بارے میں فرمایا:
”وهو الشيخ الامام العالم الرباني والحبر البحر النوراني امام الأئمة بركة الامة علامة العلماء وارث الانبياء آخر المجتهدين اوجد علماء الدين شيخ الإسلام حجة الاعلام قدوة الانام برهان المتعلمين قانع المبتدعين سيف المناظرين بحر العلوم كنز المستفيدين ترجمان القرآن اعجوبة الزمان فريد العصر والاوان تقى الدين امام المسلمين حجة الله العالمين اللاحق بالصالحين والمشبه بالماضين مفتي الفرق ناصر الحق علامة الهدى عمدة الحفاظ فارس المعاني والالفاظ ركن الشريعة ذوالفنون البديعة ابو العباس ابن تيمية.“ (الدرر الکامنه ج ۱ ص ۱۵۹-۱۶۰)

کس قدر مبارک اور کتنی بڑی تعریف ہی تعریف ہے! اور اس کے بعد حافظ ابن حجر نے ابن تیمیہ پر کوئی جرح نقل نہیں کی بلکہ شیخ شہاب الدین الاذرعی سے حافظ ابن تیمیہ کی تعریف نقل کی اور آخر میں ”و ذلك من بركة الشيخ رحمه الله“ لکھ کر ان کے حالات کا اختتام کر دیا، لہذا حافظ ابن حجر کو حافظ ابن تیمیہ کے جارجین میں ذکر کرنا غلط ہے۔
حنیف قریشی نے اپنے نمبر بڑھانے کے لئے چودھویں صدی کے ایک گمراہ محمد عبدہ (مصری) کو بھی حافظ ابن تیمیہ کے جارجین میں ذکر کیا ہے۔ سبحان اللہ! (دیکھئے روئید امنظرہ ص ۵۱۰)
حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے عظیم الشان مقام کے لئے دیکھئے توضیح الاحکام (۱/۶۳۱-۶۳۷)
حنیف قریشی اور امتیاز حسین کاظمی کے دیگر اکاذیب بھی موجود ہیں۔

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور (عدد ۸۹ ص ۲-۳، ۴۶-۴۹) وما علينا إلا البلاغ (۲۱/اگست ۲۰۱۱ء)

حافظ زبیر علی زئی

رب نواز دیوبندی کا تعاقب

راقم الحروف نے ماسٹر امین اوکاڑوی کی زندگی میں ”امین اوکاڑوی کا تعاقب“ لکھا تھا، جس کے مکمل جواب سے عاجز ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب آنجہانی ہوئے اور اب تک تمام آل دیوبند اس کے مکمل کے جواب سے عاجز ہیں۔

راقم الحروف نے ”دین میں تقلید کا مسئلہ“ نامی کتاب میں لکھا تھا:

”۳: کسی مستند عالم سے یہ قول ثابت نہیں ہے کہ ”أنا مقلد“ میں مقلد ہوں۔!!

تنبیہ (۴): بعض علماء کو طبقات الشافعیہ و طبقات الحنفیہ و طبقات المالکیہ و طبقات الحنبلیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ یہ علماء: مقلدین تھے۔“ (ص ۴۶)

اس کے جواب میں رب نواز دیوبندی نے میاں نذیر حسین دہلوی، محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن خان، میر ابراہیم سیالکوٹی، ولایت علی صادق پوری، حیدر علی ٹوکی، مرزا مظہر جان جاناں، عبدالحی لکھنوی، احمد علی لاہوری دیوبندی، محمود حسن دیوبندی اور احمد سرہندی تقلیدی وغیرہم کے اقوال پیش کر دیئے ہیں۔ (دیکھئے مجلہ صفدر گجرات عدد ۶ ص ۱۱-۱۰)

سبحان اللہ! رب نواز دیوبندی صاحب کو چاہئے تھا کہ میرے خلاف قاری چن دیوبندی، الیاس گھمن دیوبندی، مونگ پھلی استاد، پیالی ملا اور اپنے دوسرے آل تقلید کے حوالے بھی پیش کرتے تاکہ حوالوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی۔!

اصل میں ان بے چاروں کے پاس عقل ہی نہیں ہے، مت ماری گئی ہے ورنہ انھیں چاہئے تو یہ تھا کہ خیر القرون (تیسری صدی ہجری) تک کے ثقہ و صدوق سنی علماء کے صریح و ثابت شدہ حوالے پیش کرتے یا چھٹی صدی، ہجری (زمانہ تدوین حدیث) تک کے کسی ثقہ و صدوق سنی عالم کا صحیح و صریح حوالہ پیش کرتے، مگر یہ کیا کریں؟ ان کے پاس کچھ ہے ہی نہیں اور اوپر والی منزل بھی سراسر خالی ہی ہے، ورنہ وہ میرے خلاف غالی مقلد اور فرقہ

پرست محمود حسن دیوبندی (مخرج و متروک) وغیرہ کے اقوال کبھی پیش نہ کرتے۔
اگر رب نواز صاحب کہیں کہ میں نے برکتہ الواسطی، امام شافعی اور محمد بن عبد الوہاب
کے حوالے بھی پیش کئے ہیں، تو عرض ہے کہ ان حوالوں کا جواب درج ذیل ہے:
۱: برکتہ الواسطی کا شافعی المذہب ہونا ان کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں۔
دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۴۶)

۲: امام شافعی رحمہ اللہ کا حوالہ بذریعہ نواب صدیق حسن خان صاحب۔
عرض ہے کہ یہ حوالہ کئی وجہ سے مردود ہے:

اول: نواب صدیق حسن کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام شافعی رحمہ اللہ فوت ہو گئے
تھے، لہذا یہ سند منقطع ہے اور اہل حدیث کے نزدیک منقطع روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔
دوم: امام شافعی نے خود اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرما دیا تھا۔ (دیکھئے مختصر المرئی ص ۱)
سوم: بطور الزامی دلیل عرض ہے کہ امام شافعی کا مجتہد ہونا آل دیوبند کو بھی تسلیم ہے اور
ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ”ہاں ان ائمہ نے یہ فرمایا: جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے
اس پر اجتہاد واجب، تقلید حرام ہے۔“ (تجلیات صفحہ ۳ ص ۴۰۷)

امام شافعی کے مجتہد ہونے پر اجماع ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ کے بارے میں آل بریلی و
آل دیوبند کے ”حجۃ الاسلام“ ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی (م ۵۰۵ھ) نے لکھا ہے:
”و أما أبو حنيفة فلم يكن مجتهداً لأنه كان لا يعرف اللغة.... و كان لا
يعرف الأحاديث“ إلخ اور ابو حنیفہ تو مجتہد نہیں تھے کیونکہ وہ لغت نہیں جانتے تھے....
اور وہ احادیث نہیں جانتے تھے۔ إلخ (المخول من تعليقات الأصول ص ۵۸۱ طبع بیروت و شام)
غزالی سے صدیوں پہلے امام سفیان بن سعید الثوری، شریک بن عبد اللہ القاضی اور
حسن بن صالح نے فرمایا: ”أدر كنا أبا حنيفة و ما يعرف بشيء من الفقه....“
ہم نے ابو حنیفہ کو پایا ہے (یعنی دیکھا ہے) اور وہ فقہ میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی
مشہور نہیں تھے۔ إلخ (کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ۳۳۸، تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۳۱ و سندہ صحیح)

اس کے بنیادی راوی یحییٰ بن آدم ثقہ حافظ فاضل ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۴۹۶)۔
یحییٰ بن آدم کے شاگرد احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان صدوق ثقہ تھے۔

(دیکھئے کتاب المجرح والتعذیل ۲/۷، الثقات لابن حبان ۸/۳۸-۳۹)

احمد بن محمد سے اس روایت کو عبد اللہ بن احمد بن حنبل اور قاضی حسین بن اسماعیل
المحاملی (دوثقہ راویوں) نے بیان کر رکھا ہے۔

میں تو ایک ناقل ہوں، لہذا میرے ان حوالوں پر غصہ نہ فرمائیں بلکہ اپنی اداؤں پر غور
کریں اور امام شافعی کو علماء و مجتہدین کی صف سے نکال کر جہلاء و مقلدین میں شمار نہ کریں۔
۳: میرا براہیم سیالکوٹی صاحب کا حوالہ منقطع (یعنی ضعیف و مردود) ہے اور خود محمد بن
عبدالوہاب رحمہ اللہ سے مرویہ مقلدین کا ”أنا مقلد“ والا نعرہ ثابت نہیں بلکہ انھوں نے
عبد اللہ بن محمد بن عبد اللطیف الاحسانی کی طرف خط میں لکھا تھا:

”و لست۔ ولله الحمد۔ أدعو إلى مذهب صوفي أو فقيه أو متكلم أو إمام
من الأئمة الذين أعظمهم مثل ابن القيم و الذهبي و ابن كثير أو غيرهم، بل
أدعو إلى الله وحده لا شريك له و أدعو إلى سنة رسول الله ﷺ التي
أوصى بها أول أمته و آخرهم.“ اور محمد اللہ۔ میں کسی، صوفی، فقیہ، متکلم یا اماموں میں
سے کسی امام جن کی میں تعظیم کرتا ہوں مثلاً ابن القیم، ذہبی اور ابن کثیر یا ان کے علاوہ کسی
دوسرے کے مذہب کی طرف دعوت نہیں دیتا بلکہ میں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی طرف دعوت
دیتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا آپ نے امت کے
پہلے اور آخری حصے کو حکم دیا تھا۔ (الدرر السنیہ ۱/۳۱، الاقتاع بما جاء عن أئمة الدعوة من الأقوال في الاقتاع
ص ۶۱ تصنیف: محمد بن ہادی بن علی المدخلی المدنی)

عبارت مذکورہ میں ”أو غيرهم“ سے مراد احمد بن حنبل وغیرہ ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے۔
تنبیہ: محمد بن عبد الوہاب ائمہی رحمہ اللہ بارہوں تیرہویں صدی ہجری کے ایک موحد
عالم تھے۔ (۱۶/اگست ۲۰۱۱ء)

رب نواز تقلیدی نے ماہنامہ صفدر گجرات (شمارہ نمبر ۷) میں حافظ ابن عبد البر اور حافظ خطیب بغدادی رحمہما اللہ سے عوام کے لئے تقلید کا لفظ بحوالہ ”دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۴“ نقل کیا ہے۔ (ص ۴۵)

حالانکہ اس کا جواب ”دین میں تقلید کا مسئلہ“ میں اگلے صفحے (۴۵) پر وضاحت سے موجود ہے اور اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے چند اہم باتیں پیش خدمت ہیں:

۱: عامی (عوام میں سے ایک فرد) کا (مسئلہ پیش آنے پر) زندہ عالم کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع و اقتداء ہے، لہذا اسے تقلید کہنا غلط ہے۔

۲: عامی سے مراد عالم نہیں بلکہ ”جاہل محض“، جو نصوص و احادیث کا معنی اور تاویل نہیں جانتا“ ہے، جیسا کہ ”خزانہ الروایات“ سے ثابت کر دیا گیا ہے۔

۳: حنفیہ کی کتب اصول الفقہ (مثلاً مسلم الثبوت، فواتح الرحموت، التحریر اور التقریر والتخیر وغیرہما) اور سر فراز خان صفدر دیوبندی لکھنوی کڑمنگی کی ”الکلام المفید فی اثبات التقليد“ میں لکھا ہوا ہے کہ ”آنحضرت ﷺ کے فرمان کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے..... اور اسی طرح عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا..... بھی تقلید نہیں ہے۔“

(ص ۱۳، واللفظ لہ، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۱۳)

۴: رب نواز تقلیدی صاحب اپنے بارے میں بتائیں کہ کیا وہ ”جاہل محض“ ہیں یا عالم؟ اگر ”جاہل محض“ ہیں تو مضامین لکھنے کے بجائے کسی درس گاہ میں پڑھنے کے لئے بیٹھ جائیں اور اگر ”عالم“ ہیں تو حافظ ابن عبد البر اور حافظ خطیب بغدادی وغیرہما کے نزدیک تقلید صرف جاہل محض کے لئے ہے، عالم کے لئے نہیں۔

۵: جو دیوبندی عوام رب نواز سے مسئلے پوچھ کر ان پر عمل کرتے ہیں، کیا وہ رب نواز کے مقلد ہیں اور ”دیوبندی“ کے بجائے ”رب نوازی“ ہیں؟ جواب دیں!

رب نواز صاحب نے حافظین مذکورین کے کلام پر راقم الحروف کے تبصرے کو چھپا کر لکھا ہے: ”زبیر علی زئی صاحب کا حافظ ابن عبد البر اور خطیب بغدادی جیسی علمی شخصیت سے

اختلاف کرنا حقیقت کو مسخ نہیں کر سکتا۔“ (ص ۴۶)

عرض ہے کہ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ کی مذکورہ عبارات کیا قرآن، حدیث اور اجماع میں کہ ان سے اختلاف جائز نہیں یا اُن کے اپنے اجتہادات ہیں؟ اگر دلیل کے ساتھ مختلف فیہا اجتہادات علماء سے اختلاف کیا جائے تو کیوں ناجائز ہے اور اس سے حقیقت کیوں کرسخ ہو سکتی ہے؟!؟

کیا آل دیوبند کے نزدیک خطیب وابن عبدالبر رحمہما اللہ کے تمام اجتہادات صحیح ہیں؟ قارئین کرام! مسئلہ تقلید میں رب نواز دیوبندی کے اعتراضات و بیت العنکبوت کا مسکت و مدلل جواب ”دین میں تقلید کا مسئلہ“ میں موجود ہے، لہذا اصل کتاب کا مکمل مطالعہ کریں۔ آپ پر آل دیوبند کے اکاذیب، افتراءات اور مغالطات کا باطل ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

رب نواز صاحب نے وحید الزمان کے بارے میں ”نور بصیرت بہاولپور“ کا حوالہ دے کر لکھا ہے: ”میری معلومات کے مطابق زیر صاحب آج تک اس کا جواب شائع نہیں کر سکے، اُمید ہے کہ آئندہ بھی ہمت نہ کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ“ (ص ۴۹)

عرض ہے کہ تم لوگوں نے مذکورہ رسالے میں کیا تیر مار لیا ہے؟

(دو مرہ تکبر مہ کوہ، سنا ڈزے ما اورید لی دی)

آپ لوگوں نے قرآن، حدیث اور اجماع سے تو وحید الزمان حیدر آبادی (جو کہ عامی پر تقلید کو ضروری سمجھتا تھا) کے اہل حدیث ہونے کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اور صرف بعض اہل حدیث علماء کے مختلف فیہ اجتہادات لکھے ہیں، جن کے جواب کی کیا ضرورت ہے؟

استاذ محترم شیخ بدیع الدین الراشدی السندھی رحمہ اللہ نے اپنی مادری زبان میں لکھا

ہے: ”نواب وحید الزمان اہل حدیث نہ ہو۔“ (مروۃ فقہ جی حقیقت ص ۹۲)

یعنی (شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی) نواب وحید الزمان اہل حدیث نہیں تھا۔ و ما علینا إلا البلاغ

(۹/ ستمبر ۲۰۱۱ء)

حافظ زبیر علی زئی

عقیدہ وحدت الوجود اور آل دیوبند

رب نواز دیوبندی نے سرفراز حسن خان حمزہ دیوبندی کے نام لکھا ہے:
”آج کل غیر مقلدین نے دیوبندیوں کے عقائد کو کفریہ و شرکیہ قرار دینے کی مہم چلا رکھی ہے، وہ لوگ فروعی مسائل میں پے درپے شکستوں سے دوچار ہوئے، تو اب فروع کے بجائے عقائد کو تختہ مشق بنا رہے ہیں۔ جن عقائد کو انہوں نے کفریہ قرار دیا ہے ان میں ”وحدۃ الوجود“ بھی ہے۔

بندہ کے پاس کئی مضامین لکھے ہوئے غیر مطبوعہ موجود ہیں، مگر چونکہ دورِ حاضر میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ خود غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت کیا جائے، اس لیے بندہ نے آپ کے مجلہ کے لیے یہی مضمون ”وحدۃ الوجود..... اور..... آل غیر مقلدیت“ ارسال کرنا پسند کیا ہے۔“ (مجلہ صفدر گجرات، شمارہ نمبر ۵ ص ۴۶)

درج بالا عبارت میں پانچ باتیں قابلِ بحث و تحقیق ہیں:

۱: ”غیر مقلدین“ کا تباہ بالالقب والالقب۔

عرض ہے کہ ہم مسلمان (مسلمین) ہیں اور اہل حدیث و اہل سنت ہمارا پسندیدہ لقب و صفاتی نام ہے، لہذا ہمیں ”غیر مقلدین“ کے ناپسندیدہ تباہ بالالقب سے موسوم کرنا باطل ہے۔

اگر کوئی دیوبندی یہ کہے کہ آپ بھی تو ہمیں ”آل دیوبند“ کے لقب سے موسوم کرتے ہیں؟ تو عرض ہے کہ دیوبندی ”حضرات“ اپنے آپ کو علانیہ دیوبندی کہتے ہیں مثلاً امین اوکاڑوی نے کہا: ”اور ہمارا دیوبندی مسلک کا ایک ہی گھر تھا“ (تجلیات صفدر ج ۱ ص ۷۹)

دیوبندی مسلک اور آل دیوبندیوں میں دیوبند کا لفظ مشترک ہے۔

۲: ”دیوبندیوں کے عقائد“

عرب علماء کو بھی دیوبندیوں کے عقائد سے سخت اختلاف ہے۔ مثلاً شیخ حمود بن عبد اللہ التویجری (سعودی، حنبلی) کی کتاب ”القول البلیغ فی التحذیر عن جماعة التبلیغ“ کا مطالعہ کریں، لہذا اس سلسلے میں صرف اہل حدیث اہل سنت کو مورد الزام قرار دینا غلط ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ”کشف الستار عما تحمله بعض الدعوات من أخطار“، یعنی ”تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں“، تالیف: محمد بن ناصر العرینی
۳: ”پے درپے شکستوں سے دوچار“ !!!

یہ دعویٰ حقیقت کے سراسر خلاف ہے، مثلاً کوہاٹ والے مناظرے میں راقم الحروف نے وتعاونوا علی البر والتقویٰ کے اصول پر طالب الرحمن صاحب کی معاونت کی تھی، جبکہ مد مقابل ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب تھے اور مناظرے کے اختتام پر سلطان نامی دیوبندی نے اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

۴: اہل حدیث نے وحدت الوجود کو کفریہ عقیدہ قرار دیا ہے۔ (مفہوم)
عرض ہے کہ ملا علی قاری (حنفی) نے بھی ”الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود“ کے نام سے اس باطل عقیدے کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے، جو دار المامون للتراث دمشق (شام) سے شائع شدہ ہے۔

تنبیہ: مروجہ وحدت الوجود کا عقیدہ قرآن وحدیث کے سراسر خلاف بلکہ کفر وباطل ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ اور ماہنامہ الحدیث
حضر: ۵۴

۵: ”کہ خود غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت کیا جائے۔“
عرض ہے کہ اگر ”غیر مقلدین“ سے آپ لوگوں کی مراد اہل حدیث اہل سنت ہیں تو آپ اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ

رب نواز دیوبندی نے اپنی سعی نامسعود میں جو پانچ حوالے پیش کئے ہیں، اُن کی تحقیق اور مدلل رد درج ذیل ہے:

۱: پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (اہل حدیث) کا حوالہ۔
خطبات بہاولپوری کے ہمارے نسخے میں یہ حوالہ جلد نمبر ۱ ص ۳۲۶ (خطبہ نمبر ۱۳) میں ہے اور اگلے صفحے پر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا درج ذیل فرمان لکھا ہوا ہے:
”اب وحدت الوجود کا عقیدہ صوفیوں کا بنیادی عقیدہ ہے آپ سب کچھ نہ کچھ سکول کی تعلیم رکھتے ہیں۔ یہ جدھر دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے اور ہمہ اوست کا عقیدہ یہ وحدت الوجود کا عقیدہ اور یہ خالصتاً کفر ہے۔ ایسا گندہ عقیدہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔“

(خطبات بہاولپوری ج ۱ ص ۳۲۷)

ثابت ہوا کہ حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کے عقیدے کو خالصتاً کفر اور گندہ عقیدہ قرار دیا ہے، لہذا اہل حدیث اس عقیدے سے بری ہیں۔

آل دیوبند جس باطل اور گندہ عقیدے کو اہل حدیث کے ذمہ ”مڑھنا“ چاہتے ہیں، اس عقیدے کا کفر یہ ہونا خود رب نواز کی مذکورہ کتاب سے ثابت ہو گیا۔

اگر کوئی کہے کہ بہاولپوری صاحب رحمہ اللہ نے میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی طرف اس عقیدے کا انتساب کر رکھا ہے؟ تو عرض ہے کہ میاں صاحب رحمہ اللہ ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے اور حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (اپنے پاسپورٹ کے مطابق) ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے تھے، لہذا یہ سند مرسل و منقطع ہے اور اہل حدیث کے نزدیک مرسل و منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا:

”والمُرْسَل من الروایات فی أصل قولنا و قول أهل العلم بالأخبار ليس بحجة“ ہمارے اور علمائے حدیث کے اصل قول میں مرسل روایات حجت نہیں ہیں۔

(مقدمہ صحیح مسلم ص ۲۰ ب، طبع دار السلام)

سید نذیر حسین رحمہ اللہ تو مذکورہ الزام سے بری الذمہ ہوئے اور وحدت الوجود کے خلاف

حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ کا اپنا فتویٰ ثابت ہے۔

۲: رب نواز دیوبندی نے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا گول مول حوالہ اُن کے بیٹے کی کتاب ”ماثر صدیقی“ (حصہ چہارم ص ۳۹) سے پیش کیا ہے۔ حالانکہ نواب صاحب نے خود اپنے قلم سے اپنی خودنوشت کتاب میں لکھا ہے:

”اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب وسنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک وشبہ کفر بواح ہے۔ لیکن ہم متعین طور پر اس کے قائل اولیائے کرام کو خواہ وہ مغلوب تھے یا مائول، کافر نہیں کہہ سکتے و قس علیٰ ہذا۔“

(ایقلاء المنین ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ص ۲۵۸)

اس صریح حوالے کے مقابلے میں سید محمد علی حسن خان کا حوالہ شاذ یا منسوخ ہے، لہذا اصول حدیث کی رُو سے اس سے استدلال غلط ہے۔

۳: وحید الزمان حیدر آبادی متنازعہ شخصیت ہیں اور جمہور اہل حدیث علماء مثلاً مولانا ثناء الحق عظیم آبادی، مولانا محمد حسین لاہوری، مولانا عبداللہ غازی پوری اور مولانا فقیر اللہ پنجابی وغیرہم نے اُن پر جرح کی ہے۔ (دیکھئے لغات الحدیث کتاب ش ص ۵۰، حیات وحید الزمان ص ۱۰۱)

جب اہل حدیث کے نزدیک عندالجمہور مجروح راوی کی روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے تو ہمارے خلاف ایسے مجروح راوی کا قول کیوں کر پیش کیا جاسکتا ہے؟!

نیز دیکھئے امین اوکاڑوی دیوبندی کی تجلیات صفدر (ج ۴ ص ۶۷، ج ۳ ص ۳۷۸)

دوسرے یہ کہ وحید الزمان نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ہدیۃ المہدی میں صاف لکھا ہے: ”ولا یحل فی غیرہ“ اور اللہ اپنے غیر میں حلول نہیں کرتا۔ (ص ۴)

معلوم ہوا کہ وحید الزمان حلول کے قائل نہیں تھے، جب کہ وحدت الوجود کا مطلب درج ذیل ہے:

”تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا“ الخ (حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴)

”صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض

اعتباری سمجھنا۔“ (علمی اردو لغت ص ۱۵۵)

اس تعریف کی رُو سے وحدت الوجود کا عقیدہ صریحاً حلول کا عقیدہ ہے۔

۴: حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کی تاویل میں جو گول مول باتیں لکھی

ہیں، ان سے استدلال کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً:

اول: ان کا کلام جمہور اہل حدیث کے خلاف ہے۔

دوم: خود حافظ روپڑی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”اب رہی ”توحید الہی“ سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب

”ہمہ اوست“ سمجھتے ہیں یعنی ہر شے عین خدا ہے۔“

پھر اس کے بعد لکھا ہے:

”صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ سوا خدا کے کوئی شے حقیقت

موجود نہیں اور یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ محض توہمات ہیں جیسے ”سوفسطائیہ“ فرقہ کہتا ہے کہ آگ

کی گرمی اور پانی کی برودت وہی اور خیالی چیز ہے تو یہ سراسر گمراہی ہے۔“ الخ

(فتاویٰ الہمدیث ج ۱ ص ۱۵۴)

ثابت ہوا کہ خود حافظ صاحب مروجہ وحدت الوجود کو گمراہی اور بہکنا سمجھتے تھے۔

سوم: جب حافظ روپڑی صاحب نے ابن عربی وغیرہ کے بارے میں غلط تاویل سے کام

لیا تو مولانا ابوالسلام محمد صدیق سرگودھوی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں اُن کا رد فرمایا:

”یہ محدث روپڑی کی اپنی رائے ہے ورنہ بعض علماء نے اعتقاد کی بنا پر ابن عربی کو کافر کہا

ہے۔ (م)“ (فتاویٰ الہمدیث حاشیہ ص ۱۵۵ ج ۱)

ذاتی رائے کو تمام اہل حدیث کے خلاف کیوں کر پیش کیا جاسکتا ہے؟!

۵: شیخ ثناء اللہ امرتسری نے ”وحدة الوجود“ کی دو قسمیں بیان کیں:

”ماہہ الموجودیہ..... وحدة الموجودات“

پھر انھوں نے ”وحدة الموجودات“ کے تحت وحدت الوجود والے لوگوں کے ”ہمہ اوست“

وغیرہ عقائد کا ذکر کیا اور فرمایا:

”یہ تشریح ایسی ہے کہ اس کو کوئی اہل شرع نہیں مان سکتا۔ بد قسمتی سے یہی تشریح زیادہ مشہور بھی ہو گئی ہے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۴۹-۱۵۰)

ثابت ہوا کہ امرتسری صاحب بھی مروّجہ وحدت الوجود کے سخت خلاف تھے اور اسے خلاف شریعت سمجھتے تھے۔

بطور فائدہ عرض ہے کہ مولانا ابوسعید شرف الدین الدہلوی رحمہ اللہ نے فتاویٰ شریفہ میں فرمایا: ”میں کہتا ہوں یہ (مروّجہ) تصوف جو گیوں اور سادھوؤں کا فلسفہ ہے۔ ہمہ اوست کا عقیدہ صریح کفر ہے یہ قرآن و حدیث کی تکذیب ہے۔ اس عقیدہ پر نہ اللہ تعالیٰ معبود رہتا ہے نہ خالق، نہ رازق، نہ عابد، نہ معبود۔ پھر نہ کچھ حلال نہ حرام۔ ایسے خیالات رکھنے والے اور پھر مسلمانی کا دم بھرنے والے حقیقت میں شیطان کے بندے ہیں۔ بے ایمان ہیں۔ یہ لوگ محض تقیہ اور نفاق کے طور پر شریعت کا دم بھرتے ہیں۔ رسمی طور پر نہ دل سے۔“

(فتاویٰ شریفہ بر فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۴۸)

رب نواز دیوبندی کے مشارالیه مضمون میں پانچ حوالے پیش کئے گئے، حالانکہ مذکورہ پانچوں علماء صوفیاء کے مروّجہ وحدت الوجود (جس میں خالق و مخلوق میں فرق نہیں کیا جاتا بلکہ ہر چیز کو ”خدا“ قرار دیا جاتا ہے) سے بری بلکہ سخت مخالف تھے۔

دوسری طرف ایک آدمی نے دیوبندیوں کے ”سید الطائفہ“ حاجی امداد اللہ صاحب سے ان کے ایک مضمون کے بارے میں پوچھا:

”اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔“ تو حاجی امداد اللہ نے جواب دیا: ”کوئی شک نہیں کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے“ (شائم امدادی ص ۳۴)

رب نواز دیوبندی اور تمام آل دیوبند سے سوال ہے کہ کیا کسی ثقہ بالا جماع یا ثقہ و صدوق عند الجمہور اہل حدیث عالم نے بھی اپنی کسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ”عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔“؟ حوالہ پیش کریں!

(۲۴/ جولائی ۲۰۱۱ء)

مزید: رب نواز دیوبندی نے ماہنامہ ”صفر“ گجرات (عدد: ۶) میں صوفی ابن عربی (الحلولی الاتحادی) کے بارے میں بعض اہل حدیث و بعض غیر اہل حدیث علماء کے چند تعریفی اقوال لکھے ہیں جو اس بات پر محمول ہیں کہ انھیں ابن عربی کے عقائد کا صحیح علم ہی نہیں تھا، یا وہ اس شخص کے باطل عقائد کو اس سے ثابت ہی نہیں سمجھتے تھے یا پھر وہ تاویلاتِ باطلہ کی عینک سے ان عقائدِ باطلہ میں تاویل کرتے تھے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور: ۲۹ ص ۲۳-۲۴

ابن عربی نے کسی سے مخاطب ہو کر کہا:

پس تو بندہ ہے اور تُو رب ہے۔ (فصوص الحکم ص ۷۷، کلمہ اسماعیلیہ، الحدیث: ۲۹ ص ۱۴)

ابن عربی الحاتمی المرسى الصوفی (م ۶۳۸ھ) نے مزید کہا:

”الرب حق و العبد حق یالیت شعری من المکلف

إن قلت عبد فذاك میت أو قلت رب أنى یکلف“

رب حق ہے اور بندہ حق ہے، کاش مجھے شعور ہوتا کہ کون مکلف ہے؟

اگر میں کہوں: بندہ ہے، تو وہ مُردہ ہے اور (اگر) کہوں: رب، تو وہ کس طرح مکلف ہو سکتا ہے؟ (الفتوحات المکیہ ج ۱ ص ۱۵)

اس قسم کے خطرناک عقائد کی وجہ سے قاضی صدر الدین علی بن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲ھ) نے فرمایا:

”ولکن ابن عربی و أمثاله منافقون، زنادقة اتحادية فی الدرك الأسفل من النار....“ اور لیکن ابن عربی اور اس جیسے لوگ زندیق منافق اتحادی ہیں، وہ آگ کے نچلے حصے میں ہوں گے۔ (شرح عقیدہ طحاوی مع تحقیق الالبانی ص ۵۵۷)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”صاحب فصوص الحکم، من طالع کتابہ عرف انحرافہ و ضلالہ“ فصوص الحکم والا، جس نے اس کی کتاب کا مطالعہ کیا تو وہ اس کا (سیدھے راستے سے) انحراف اور گمراہی جان لے گا۔ (المغنی فی الضعفاء ۲/۳۵۲ ت ۵۸۴۴)

ملا علی قاری حنفی نے کہا: پھر اگر تم سچے مسلمان اور یکے مومن ہو تو ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو اور اس گمراہ قوم اور بے وقوف اکٹھ کی گمراہی میں توقف نہ کرو۔

(الرذی القائلین بوحدة الوجود ص ۱۵۵، الحدیث: ۲۹ ص ۲۰)

شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۵ھ) وغیرہ کے اقوال ماہنامہ الحدیث (عدد ۴۹) میں باحوالہ موجود ہیں۔

☆ سخاوی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر العسقلانی (رحمہ اللہ) علانیہ ابن عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے... ایک دفعہ آپ کا ابن عربی کے ایک معتقد سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ص ۳۳۷-۱۰۴۸)

سخاوی نے مزید لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر نے ابن عربی کے ایک جیالے سے بحث و مباحثہ کیا اور ابن عربی کو اس کے بُرے کلام کی وجہ سے بُرا کہا... پھر کہا: آؤ ہم دونوں مباہلہ کر لیں، عام طور پر دو مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی گمراہ تھا تو تو مجھ پر لعنت فرما۔

اور حافظ ابن حجر نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی ہدایت پر تھا تو تو مجھ پر لعنت فرما۔ وہ معاند شخص روضہ میں رہتا تھا، وہ رات کو کسی مہمان کے ساتھ گھر سے باہر نکلا اور واپسی پر کہنے لگا کہ مجھے کسی چیز نے پاؤں پر ڈس لیا ہے، جب وہ گھر پہنچا تو اندھا ہو گیا تھا اور صبح سے پہلے مر گیا۔ مباہلہ رمضان ۷۹۷ھ میں ہوا تھا اور وہ شخص ذوالقعدہ ۷۹۷ھ میں مر گیا تھا۔ (ملخصاً از الجواہر والدرر ج ۳ ص ۱۰۰۱-۱۰۰۲)

اس مباہلے کا ذکر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی کیا ہے۔

(دیکھئے ج ۸ ص ۹۵ ح ۴۳۸۰-۴۳۸۲ باب قصۃ اہل نجران، کتاب المغازی)

یہ ظاہر ہے کہ حافظ ابن تیمیہ، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ الاسلام بلقینی، علامہ ابن ابی العز الحنفی اور ملا علی قاری وغیرہم (متقدمین) کے مقابلے میں چودھویں صدی ہجری کے وحید الزمان (غیر اہل حدیث) اور میاں نذیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری اور نواب

صدیق حسن خان وغیرہم کے اقوال کی اہل حدیث کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے، لہذا رب نواز دیوبندی کا بننا ہوا بیت العکبوت بے کار ہے۔

بطور یاد دہانی عرض ہے کہ خود نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے:
”وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب وسنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک وشبہ کفر
بواح ہے لیکن.....“ (ابقاء المؤمن ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ص ۲۵۸)
رب نواز صاحب کی ”خدمت“ میں عرض ہے کہ اس وحدت الوجود کا ثبوت پیش کریں، جس
میں آل دیوبند کے بقول: بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے۔!!! (۱۵/ اگست ۲۰۱۱ء)

محمد قاسم نانوتوی کے چند حوالے

- ۱) محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے لکھا ہے: ”القصہ حضرت زید کا یہ قول ایک قول بے سند ہے۔ کوئی بات بے سند متصل لائق اعتبار نہیں“ (ہدیۃ الشیعہ ص ۳۰۶)
- ۲) محمد قاسم نانوتوی نے بطور سرخی لکھا ہے: ”مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے“ (ہدیۃ الشیعہ ص ۱۹۹، ط ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)
- اور لکھا ہے: ”جناب مولوی صاحب معقولات کے طور پر تو اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشیء پر دلالت نہیں کرتا۔“ (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۰۰)
- ۳) محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے: ”کون نہیں جانتا کہ ایسے مقامات میں جناب باری تعالیٰ باستثناء عقلی مستثنیٰ ہوا کرتا ہے إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سے کسی نادان کو بھی آج تک یہ شبہ نہیں پڑا، کہ جب اللہ ہر چیز پر قادر ہوا تو اپنے معدوم کر دینے یا اپنے شریک کے پیدا کر دینے پر بھی قادر ہوگا۔“ (ہدیۃ الشیعہ ص ۱۴۷)
- ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی آیت مذکورہ سے بدأ، امکان کذب باری تعالیٰ، خلف الوعد، کتاب وسنت واجماع کے منافی امور اور صفات مذمومہ وغیرہ مناسبتہ کا اثبات جائز نہیں ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

فیصل خان بریلوی رضا خانی کی دو بڑی خیانتیں

خیانت کرنا کبیرہ گناہ اور بہت بڑا جرم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما دونوں نے فرمایا: ”المؤمن یطبع علی الخلال کلھا إلا الخیانة و الکذب“ ”مومن کی طبیعت میں ہر عادت ہو سکتی ہے لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔“

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ: ۸۰-۸۱ وسندہ قوی)

حافظ ذہبی نے ”کتاب الکبائر“ میں خیانت کو چونتیسویں (۳۴) کبیرہ گناہ کے تحت ذکر کیا ہے۔ (ص ۶۰-۶۱ تحقیق سیر بن امین الزہیری)

فیصل خان بریلوی رضا خانی نے ”الدرة فی عقد الایدی تحت السرة“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس کے ٹائٹل پر درج ذیل دعویٰ کیا ہے:

”نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علی زئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کے علمی محاسبہ“ !!

اس خیانتی اور فراڈی محاسبے سے دو بڑی خیانتیں باحوالہ و رد پیش خدمت ہیں:

۱) فیصل خان نے ”عرب محققین (حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم) کا نسخہ علامہ عابد سندھی پر اعتماد“ کی سُرخ کی تحت لکھا ہے: ”علامہ عابد سندھی کے نسخہ پر عرب محققین حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم اللحیدان کا اعتماد ہے۔ ان دونوں محققین نے مصنف ابن ابی شیبہ کی تحقیق کا کام سرانجام دیا۔ جو مکتبہ الرشید سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ محققین علامہ عابد سندھی کے نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔“

”وہی نسخة كاملة و لا بأس بها“ یعنی یہ نسخہ کامل اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ تحقیق محمد بن عبداللہ الجمعہ ۳۶۸)

معلوم ہوا کہ عرب محققین شیخ حمد بن عبداللہ الجمعہ اور شیخ محمد بن ابراہیم اللحیدان کا بھی

اعتماد نسخہ علامہ عابد سندھی پر ہے اور ارشاد الحق اثری صاحب کا اس نسخہ پر اعتراض دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔“ (الدرة فی عقد الایدی تحت السرة ص ۳۹)

عرض ہے کہ فیصل خان کے مشار الیہا صفحے پر محمد عابد سندھی کے نسخے کے بارے میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ”وہی نسخة كاملة و لا بأس بها لو لا ما فیہا من التصحیفات و السقط الكثير الذي يعادل عدة أسانید في مكان واحد - أحياناً! - و قد بینا كل ذلك أثناء التحقيق.“

اور یہ نسخہ مکمل ہے اور اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں (تھا) اگر اس میں جو تصحیفات ہیں وہ نہ ہوتیں اور بعض اوقات سقط کثیر نہ ہوتا جو کئی سندوں کو ایک مکان پر ملا دیتا ہے اور ہم نے تحقیق کے دوران میں یہ سب بیان کر دیا ہے۔ (ص ۳۶۸)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ محققین مذکورین نے محمد عابد سندھی کے نسخے کو مطلقاً ”و لا بأس بها“ نہیں کہا بلکہ ”لو لا ما فیہا“ کے ساتھ مشروط کیا اور اس نسخے پر دو اعتراضات کئے:

- ۱: اس نسخے میں تصحیفات (غلطیاں) ہیں۔
 - ۲: اس نسخے میں سقط کثیر ہے یعنی کاتب سے لمبی عبارتیں لکھنا رہ گئی ہیں۔
- محققین نسخہ نے صفحہ مذکورہ کے حاشیہ پر محمد عابد سندھی کے بارے میں لکھا ہے:
- ”هو شيخ الرواية في عصره على تعصبه الشديد لمذهب أبي حنيفة! قال صديق خان“ وہ اپنے زمانے میں شیخ روایت تھا، مذہب ابی حنیفہ میں شدید تعصب کے ساتھ! صديق (حسن) خان نے کہا....“ (ص ۳۶۸)
- [فیصل خان کے مذکورہ صفحے کا عکس اس مضمون کے آخر میں صفحہ ۴۸ پر موجود ہے۔]
- محققین (میں سے ایک) نے مزید لکھا ہے:

”و ليتها كانت متقنة أو متوسطة الاتقان، لكنها تميل إلى الضعف، كما ذكرت“ اور کاش کہ یہ نسخہ مستحکم و مضبوط اور بے عیب ہوتا یا درمیانے درجے کا مضبوط و پختہ

ہوتا، لیکن یہ ضعف کی طرف مائل ہے جیسا کہ میں نے ذکر کر دیا ہے۔ (حاشیہ ص ۳۶۸)
نسخہ مذکورہ کے محقق صاحب تو محمد عابد سندھی (متعصب حنفی) کے نسخے کو درمیانے
درجے کا مضبوط و پختہ نسخہ بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ضعف کی طرف مائل قرار دیتے ہیں اور
فیصل خان صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ان کا عابد سندھی کے نسخے پر اعتماد ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخٰٓئِنِيْنَ﴾
”اور یقیناً اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا دغا بازوں کی فریب کاری کو۔“

(سورۃ یوسف: ۵۲، ضیاء القرآن ج ۲ ص ۴۳۶)

فیصل صاحب! خائنین (خیانت کرنے والوں) کی فریب کاری ناکام رہے گی۔ ان شاء اللہ
۲) فیصل خان صاحب نے نعمان بن سعد (صدوق حسن الحدیث) کے بارے میں لکھا
ہے: ”امام ابوداؤد لکھتے ہیں۔ سمعت احمد قال: نعمان بن سعد الذي يحدث
عن علي مقارب الحديث لا بأس به (سوالات ابی داؤد ص ۲۸۷ رقم: ۳۳۲)
یعنی نعمان بن سعد مقارب الحدیث ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوداؤد کی
توثیق کے بعد نعمان بن سعد پر مجہول کی جرح فضول ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ نعمان بن سعد
ثقہ اور صحیح راوی ہے۔“ (الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة ص ۶۲)

عرض ہے کہ یہ امام ابوداؤد کا قول نہیں بلکہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے جس کی مکمل
عبارت پیش خدمت ہے: ”سمعت أحمد قال: النعمان بن سعد الذي يحدث
عن علي مقارب الحديث لا بأس به، ولكن الشأن في عبد الرحمن بن
إسحاق، له أحاديث مناكير“ میں نے احمد (بن حنبل) سے سنا، انھوں نے فرمایا:
نعمان بن سعد جو علی (بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے حدیثیں بیان کرتا تھا، مقارب الحدیث
لابأس بہ ہے، لیکن مسئلہ عبد الرحمن بن اسحاق (الکوفی) میں ہے، اس کی حدیثیں منکر ہیں۔

(سوالات ابی داؤد ص ۲۸۷-۲۸۸ فقرہ: ۳۳۲)

فیصل خان صاحب نے ”ولكن الشأن في عبد الرحمن بن إسحاق، له“

أحاديث مناكير“ کے الفاظ چھپا کر بہت بڑی خیانت کی ہے اور یہ ان لوگوں کا کام ہے جنہیں مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنادیا گیا تھا۔

یاد رہے کہ امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی کو ”منکر الحديث“ (الضعفاء للبخاری: ۲۰۳، التاريخ الكبير ۵/۲۵۹)

”متروك الحديث“ (كتاب العلل ۱/۳۵۰ ت ۲۱۸۹)

اور ضعیف و ليس بشئ قرار دیتے تھے، لہذا شعبہ بازی اور تقلف کے ذریعے سے یہاں ”مناکیر“ کا معنی ”افراد“ کرنا غلط ہے۔

تنبیہ: نعمان بن سعد کے بارے میں راقم الحروف کی سابقہ عبارات منسوخ ہیں۔
فیصل خان کی کتاب مذکور میں اکاذیب، افتراءات، خیانتیں، دھوکے، مغالطے، شعبہ بازیاں اور باطل کثرت سے موجود ہیں اور عقل مند کے لئے فیصل خانی دیگ کے مذکورہ دو چاول ہی کافی ہیں۔

فیصل خان کے ایک افتراء کا جواب: راقم الحروف نے مسند احمد (۵/۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳) سے ایک حدیث ”عن یمنہ و عن شمالہ“ کے الفاظ سے نقل کی ہے۔

(دیکھئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۲)

اس کے بارے میں فیصل خان نے لکھا ہے: ”مسند احمد میں حضرت حلب الطائی کی حدیث میں عن شمالہ کی بجائے عن یسارہ کے الفاظ ہیں لہذا اس میں لفظی تحریف کی ہے۔“

(الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة ص ۹۰)

عرض ہے کہ راقم الحروف کی پیش کردہ روایت ”عالم الکتب بیروت لبنان“ کے مطبوعہ نسخے (۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م) میں ”و عن شمالہ“ کے الفاظ سے صاف موجود ہے۔

(ج ۷ ص ۳۳۷ ص ۲۲۳۱۳)

اور ”نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام“ میں حوالہ مذکورہ میں اسی نسخے کا نمبر لکھا گیا ہے، لہذا یہ تحریف نہیں بلکہ صحیح حوالہ ہے اور فیصل خان نے تحریف کا الزام لگا کر جھوٹ بولا ہے۔

مسند احمد کی مذکورہ روایت اور اس کے حاشیے کا عکس درج ذیل ہے:

۳۳۷	ہلب الطائي
۲۲۳۱۲ - حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سَفِيانٌ، عَنْ سَمَّاكَ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هَلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، عَنْ طَعَامِ النَّصَارَى. فَقَالَ: لَا يَحْتَلِجْنَ فِي صَدْرِكَ طَعَامَ ضَارِعَتٍ فِيهِ النَّصْرَانِيَّةُ.	
۲۲۳۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَفِيانٍ حَدَّثَنِي سَمَّاكٌ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هَلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ (۱)، وَرَأَيْتَهُ يَضَعُ هَذِهِ عَلَى صَدْرِهِ (وَصَفَّ يَحْيَى الْيَمْنَى عَلَى الْبَسْرَى) فَوْقَ الْمَفْصَلِ (۲).	
(۱) فِي الْيَمِينَةِ، وَ (ظ ۴) وَ (ق): «بِسَارِهِ»، وَابْتِنَاءً عَنْ فَجَاعِ السَّائِدَةِ ۴/الْوَرَقَةُ ۲۷۵، وَ «أَطْرَافِ الْمُسْنَدِ ۲/الْوَرَقَةُ ۱۰۴».	

فائدہ: عن شمالہ اور عن یسارہ کا مطلب ایک ہے یعنی بایں ہاتھ۔ عربی زبان میں بائیں جانب کو شمال بھی کہتے ہیں اور یسار بھی کہتے ہیں۔ (دیکھئے القاموس الوحید ص ۸۸۸، ۱۹۱۳) تنبیہ: فیصل خان نے قبصہ بن ہلب، سماک بن حرب، مول بن اسماعیل، سلیمان بن موسیٰ الدمشقی رحمہم اللہ اور عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، تانا بانا تانتا ہے اور جو مکڑی کا جالابنا ہے وہ نری شعبہ بازی، لفاظی اور بیت العکبوت ہے، جس کے رد کے لئے راقم الحروف کی کتاب (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام) اور اصل کتابوں کی طرف رجوع ہی کافی ہے۔

لطیفہ: فیصل خان نے مضطرب الحدیث کو جرح مفسر بنانے کی کوشش کی ہے۔

(دیکھئے الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ ص ۱۰۲-۱۰۳)

اور اُن کے ممدوح غلام مصطفیٰ نوری بریلوی رضا خانی نے صاف لکھا ہے: ”حافظ کا خراب ہونا، مضطرب الحدیث ہونا، یہ جرح مفسر ہے جو کہ تعدیل پر مقدم ہے لہذا امام مالک علیہ الرحمہ کا اس کو ثقہ کہنا غیر مقلدین کے کام نہیں آسکتا۔“ (ترک رفع یدین ص ۳۵۵ طبع جون ۲۰۰۴ء) عرض ہے کہ صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”أبو حنيفة النعمان بن ثابت صاحب الرأي، مضطرب الحديث، ليس له كبير حديث صحيح“

(کتاب الکئی والاسماء لامام مسلم قلمی ص ۱۰۷ (۳۱)، تاریخ بغداد ۱۳/۴۵۱ وسندہ صحیح)

اس ”اپنی تسلیم کردہ جرح مفسر“ کے بارے میں کیا خیال ہے؟! (۹/ستمبر ۲۰۱۱ء)

فیصل خان کے مذکورہ صفحے کا عکس (مقدمہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۶۸):

الفصل الثالث: عملنا فی الكتاب
المطلب الثالث: وصف المخطوطات

عدد الأسطر والكلمات: ۴۵ سطراً، وفي بعض الصفحات أقل قليلاً، وبعضها أكثر قليلاً. وفي كل سطر ۲۵ كلمة تقريباً.

نسخها: السيد محمد محسن الزرقاني^(۱).

تاريخ نسخها: (۱۰ / شعبان / ۱۲۲۹ هـ).

وصفها: واضحة الخط ومنقطة، إلا أنه دقيق جداً؛ فربما أشكل! وهي نسخة كاملة ولا بأس بها لولا ما فيها من التصحيقات والسقط الكثير الذي يعادل عدة أسانيد في مكان واحد - أحياناً! -. وقد بينا كل ذلك أثناء التحقيق. ولعل السبب في دقة خطها، هو ما ألزم الناسخ به نفسه من ضغط للحروف والأسطر لتخرج النسخة في أصغر حجم ممكن! وعناوين الأبواب فيها مدموجة مع الأثر إلا أنه جعلها بخط أكبر. ولا يوجد عليها أية سماعات.

وقد رقمها الناسخ - وفي ترقيمه بعض الخطأ - وفي أولها فهرس للأبواب. والملاحظ أن الخط تغير في وسطها عن أولها وآخرها؛ فلعل صاحب النسخة استعان بناسخين، وصاحب هذه النسخة هو محمد عابد السندي المحدث الفقيه الحنفي المشهور^(۲). وقد وقفها على أولاده، ثم دخلت

* (۱) الخط غير واضح، ولم أفد له على ترجمة.

(۲) هو شيخ الرواية في عصره على تعصبه الشديد للمذهب أبي حنيفة! قال صديق خان: «... وهذا من غرائب الدنيا وعجائب الدهر!...» له: «ترتيب مسند الشافعي» والمواهب اللطيفة على مسند أبي حنيفة «و«حصر الشارد من أسانيد محمد عابد» وغيرها. وهو غير محمد حياة السندي (ت ۱۱۶۳ هـ) فإن هذا شيخ الشيخ محمد بن عبد الوهاب، رحمهما الله تعالى، وغير نور الدين السندي (ت ۱۱۳۸ هـ) صاحب الحواشي على الكتب الستة وغيرها. توفي محمد عابد سنة ۱۲۵۷ هـ. انظر: إجماع العلوم ۱۷۱/۳ - ۱۷۲، وفهرس الفهارس ۱/۳۶۳ - ۳۶۸

مقدمہ مصنف ابن ابی شیبہ کے صفحہ ۳۶۹ کے حاشیے کا عکس:

(۱) هذه المخطوطة من أشهر نسخ «المصنف» - فيما رأيت - فقلما تخلو مكتبة من مصورة لها، وقلما عاين له عناية بالحديث والأثر إلا ونسخ منها أو صوّر عليها أو اطلع عليها في أقل الأحوال. فمن هؤلاء: شمس الحق العظيم آبادي؛ كما ورد في خاتمة نسخة (ر)، والباركفوري (مقدمة تحفة الأحوذى ۱/۳۲۴)، والكتاني (الرسالة المستطرفة: ۴۰)، والأعظمي (مقدمة تحقيقه للمصنف)، وحامد الأنصاري (مكتبة)، ومحمد رواش قلعة جي (في موسوعته في فقه السلف)، وطابعو «المصنف» في الطبعات السلفية «ط دار التاج» و«دار عالم الكتب» (المعمري) وما لا أحصى من طلبة العلم المهتمين بالمخطوطات. والسبب في ذلك: قلة أجزاءها وصفحاتها مما يسهل تصويرها وحملها والرجوع إليها، ولينها كانت متفتحة أو متوسطة الإثقان، ولكنها قليل إلى الضعف، كما ذكرت.

نماز میں خشوع و انکساری

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خِشْعُونَ﴾

(مومنین کا میاب ہو گئے) جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ (المومنون: ۲)

فقہ القرآن: ۱ خشوع سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عاجزی و انکساری

ہے اور حکم ربانی کے مطابق قیام ہے۔ (دیکھئے تفسیر ابن جریر الطبری ۸/۲۵۶ طدار الحدیث القاہرہ)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز

پڑھتے تو آسمان کی طرف دیکھتے تھے، لہذا یہ آیت نازل ہوئی: ”فطأطأ رأسه“ پس آپ

نے اپنا سر جھکا لیا۔ (المستدرک للحاکم ۲/۳۹۳ ح ۳۸۳، دوسرے نسخہ ۲/۴۲۶)

اس روایت کی سند میں ابو شعیب عبد اللہ بن الحسن بن احمد بن ابی شعیب الحرانی جمہور

کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں اور باقی سند صحیح ہے۔ روایت مذکورہ کو

ثقة راویوں نے مرسل بیان کیا ہے، لیکن حسن الحدیث راوی کی زیادت بھی قابل قبول ہوتی

ہے، جیسا کہ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (ص ۳۱۵ مع شرح الملا علی القاری) وغیرہ کتب

اصول الحدیث سے ثابت ہے۔ الخلافات للبیہقی میں اس حدیث کا ایک شاہد بھی ہے۔

(الفتح القدی لابن سید الناس ۴/۳۹۰، مخطوط ۲/۲۱۷، نیز دیکھئے میری کتاب: نور العینین ص ۱۹۵-۲۰۴)

خلاصہ یہ کہ حاکم والی روایت حسن ہے۔

③ نماز میں آسمان کی طرف اور ادھر ادھر دیکھنا ممنوع ہے اور اگر شرعی ضرورت ہو تو نماز

میں سامنے یا امام کو دیکھنا جائز ہے، جیسا کہ متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

④ نماز میں ہر وہ کام خشوع کے منافی ہے جو قرآن، حدیث، اجماع اور آثارِ سلف

صالحین سے ثابت نہیں اور ہر وہ کام خشوع کے بالکل مطابق ہے جو قرآن، حدیث، اجماع

اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہے۔ (۱۳/ستمبر ۲۰۱۱ء)

اس تخریج سے ثابت ہوا کہ موسیٰ بن عمیر کے پانچ شاگردوں میں سے چار شاگردوں کی روایات میں ”تحت السرة“ یعنی ناف سے نیچے، کا اضافہ موجود نہیں۔ پانچویں شاگرد امام کعب کے چار شاگرد ہیں۔ تین شاگردوں کی روایات میں ”تحت السرة“ کے الفاظ موجود نہیں۔ چوتھے شاگرد (ابن ابی شیبہ) کی کتاب کے نسخوں میں اختلاف ہے اور اکثر نسخوں میں ”تحت السرة“ کے الفاظ نہیں، لہذا بعض آل تقلید کا ان مشکوک الفاظ سے استدلال غلط ہے۔ (۱۱/ ستمبر ۲۰۱۱ء)